قرآن مجید میں حروف اَضداد کا علمی جائزہ(حصہ دوم)

A research evaluation of the words Adhdad In the Holy Quran (Part 2nd)

سراج الاسلام حنیف[i] سعید الرحمان[ii]

Abstact

This article discussed literary and contextual meaning of "Azdad".More over,this will high light historical background,origin,impartnat concepts, writing etc. number of Azdad in the Holy Quran have been identified with concrete examples, Besides Arabic Grammer,sytax, structure and diction hace also been evaluated with refercen to Azdad.

السَّاحِرُ

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

السَّاحِرُمن الأضداد،يُقال ساحرٌللمذموم المفسد،ويُقال ساحرٌللممدوح العالم،قال الله تعالی:(وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا السَّاحِرُادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَاعَهِدَ عِنْدَکَ[1])أرادوا:يأيها العالم الفاضل ، لأنهم لا يُخاطبونه بالذم والعيب في حالة حاجتهم إلى دعاه لهم،واستنقاذه إياهم من العذاب والهلكة[2].

"ساحر اَضداد میں سے ہے۔مذموم اور مفسد کو بھی ساحر کہتے ہیں اور ممدوح اور عالم کو بھی۔قرآن مجید کی آیت(وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا السّٰحِرُادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَاعَهِدَ عِنْدَکَ[3])میں مراد عالم فاضل ہے اس لیے کہ جب وہ کسی کی دعاء کے محتاج اور طالب ہیں جو انہیں عذاب اور ہلاکت سے ہم کنار کریں گے اُس شخص کو غلط اور منفی معنیٰ میں ساحر تو نہیں کہہ سکتے۔"

قرآن مجید میں یہ لفظ دو متضاد معنوں میں مستعمل ہے:

1. ذم ،کذب، جھوٹ اور کرتب(وَجَآءُوْبِسِحْرٍعَظِيْمٍ[4])"اور اُنہوں نے بہت بڑا کرتب دکھایا۔"امام دامغانی لکھتے ہیں:يعني: بِکَذِبٍ عَظِيْمٍ[5].(وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْاوَيَقُوْلُوْا سِحْرٌمُّسْتَمِرٌّ[6])"اور یہ کوئی بھی نشانی دیکھیں گے تو اُس سے اِعراض ہی کریں گے اور کہیں گے

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

ii لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔" امام دامغانی لکھتے ہیں: يعني كذباً. (الوجوہ والنظائر لالفاظ الکتاب العزیز: ۱۷۲) "یعنی: جھوٹ۔"

2. مدح و علم (وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَکَ[7]) "اور انہوں نے کہا: اے ساحر! اپنے رب سے اُس عہد کی بنا پر، جو اُس نے تم سے کر رکھا ہے، ہمارے لیے دعا کرو۔"

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

كانوا يقولون للعالم الماهر: ساحر، لإستعظامهم علم السحر[8].

"وہ ماہر عالم کو ساحر کہتے تھے اس لیے کہ اُن کے نزدیک سحر ایک عظیم شے تھی۔"

امام ماوردی بھی لکھتے ہیں:

إنَّ السَّاحرعندهم هوالعالم فعَظَّمُوه بذلك ولم تكن صفة ذم[9].

"ساحر اُن کے ہاں عالم کے مترادف ہے اس لیے اُنہوں نے سیدنا کی تعظیم کے لیے اس لفظ کو استعمال کیا اُن کے ہاں یہ مذموم معنیٰ میں مستعمل نہیں ہے۔"

السَّبِيل

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

السين والباء واللام أصل واحد يدل على إرسال الشيئ من علوإلى أسفل، وعلى إمتداد شيء، والسبيل هو: الطريق، سمي بذلك لإمتداده[10].

"سین، باء، لام ایک اصل ہے جو کسی چیز کے اوپر سے نیچے کی طرف لٹکانے اور کسی چیز کی طوالت پر دلالت کرتی ہے۔ راستے کو سبیل اُس کے لمبا ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔"

علامہ جوہری نے لکھا ہے:

السَّبيلُ: الطَّريقُ، يذكرويؤنث، وسبيل الله: طريق الهدى الذي دَعَا اِليه[11].

" السَّبيلُ: راستے کو کہتے ہیں۔ یہ مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ سبیل اللهِ: ہدایت کی وہ راہ ہے جس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔"

یہ لفظ قرآن مجید میں دو متضاد معنوں میں مستعمل ہے:

1. الطَّاعَةُ لِلّٰهِ: اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمان برداری (مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ[12]) "اُن لوگوں کی تمثیل جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔"
2. الإثم، یعنی (گناہ: ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ[13]) "یہ اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان امیوں کے معاملے میں ہمارے اوپر کوئی گناہ نہیں۔"

امام نسفی لکھتے ہیں:

أي:لایتطرق علیناإثمٌ وذَمٌّ في شان الأمیین،یعنون:الذین لیسوامن أهل الکتاب وما فعلنا بھم من حبس أموالھم والإضرار بھم،لأنھم لیسوا علی دیننا[14].

"امیین یعنی جو لوگ اہل کتاب نہیں، اُن کا مال کھانے، ضائع کرنے اور اُنہیں نقصان دینے میں ہم پر کوئی گناہ اور الزام نہیں اس لیے کہ وہ ہمارے دین پر نہیں۔"

مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ[15]"خوب کاروں پر کوئی الزام نہیں۔"

امام نسفی لکھتے ہیں:

أي:لاجُناح علیھم،ولا طریق للعتاب علیھم[16]."یعنی: اُن پر کوئی گناہ نہیں اور نہ اُنہیں الزام دینے کا کوئی جواز ہے۔"

یہ لفظ قرآن مجید میں مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی، جیسے اِن آیات میں:

1. مذکر: وَاِنْ یَّرَوْاسَبِیْلَ الرُّشْدِلاَیَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلاً وَاِنْ یَّرَوْاسَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلاً[17]
"اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں گے تو اُسے نہ اپنائیں گے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں گے تو اُسے اپنائیں گے۔"

2. مؤنث: قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ[18]"کہہ دو یہ میری راہ ہے۔"

سَجَرَ

س ج ر کا معنٰی ہے: بھر دینا۔ سَجَرَالتَّنُّوْرُ: اُس نے تنور جلا دیا۔ اُسے گرم کرنے کے لیے اس میں پورا پورا ایندھن ڈال دیا۔ اسے ایندھن سے بھر دیا[19]۔

امام اصمعی نے لکھا ہے کہ:

المسجور:المملوء،والمسجور:الفارغ[20]."المسجور: بھرے ہوئے کو بھی کہتے ہیں اور فارغ اور خالی کو بھی۔" قرآن مجید میں ہے کہ وَالْبَحْرِالْمَسْجُوْرِ[21]"اور لبریز سمندر۔" یہاں اِلْمَسْجُوْر سے مراد الْمَمْلُوْء (بھرا ہوا، لبریز) ہے[22]۔

وَاِذَا الْبِحَارُسُجِّرَتْ[23]"اور سمندر اُبل پڑیں گے۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام طبری لکھتے ہیں:

کَوَّرَاللہ الشَّمسَ والقمر والنجوم في البحرفیبعث علیھاریحاًدَبُوراًفتنفخه حتی یصیرناراً،وقال الاٰخرون:بل عُني بذلک أنه ذهب ماؤھا،قال: یَبِسَت[24].

"اللہ تعالیٰ سورج، چاند اور ستاروں کو سمندر میں ڈال کر اُس پر ہوا کو مسلط کرے گا جو اس میں پھونک مار کر اسے آگ بنادے گا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے: بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا پانی خشک کر دیا جائے گا۔"

سِرٌّ

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

السِّينُ والرَّاءُ يجمع فروعه إخفاء الشيئ وماكان من خالصه ومستقره لايخرج منه عن هذا، فا لسِّرُّ: خلاف الإعلان[25].

"سین راء کے سارے فروع کسی چیز کو پوشیدہ رکھنے، خالص ہونے اور مستقر ہونے کی طرف جمع ہوتے ہیں۔ اس کے سارے معانی ان تینوں سے باہر نہیں نکلتے۔ ا لسِّرُّ: ظاہر کے خلاف کو کہتے ہیں۔"

علامہ خلیل فراہیدی لکھتے ہیں:

وأسررتُ الشيئ: أظهرتُه، وأسررته: كتمته، ومن الإظهارقولُ اللهتعالى: وَاَسَرُّواالنَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُاالْعَذَابَ[26].

"أسررتُ الشيئ کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو چھپانا اور أسررتہ کا معنیٰ ہے: أعلنتہ، یعنی: میں نے اس کو ظاہر کر دیا۔ اس آیت کریمہ میں یہ لفظ اِظہار کے معنیٰ میں مستعمل ہے: وَاَسَرُّواالنَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُاالْعَذَابَ[27]۔"

علامہ اَزہری اور علامہ ابن فارِس لکھتے ہیں:

أبوعبيد عن أبي عبيدة: أسررتُ الشيئ: أخفيته، وأسررته: أعلنته. قال: ومن الإظهارقولُ اللهتعالى: وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُاالْعَذَابَ[28].

"ابوعبید[29] نے ابوعبیدۃ[30] کے حوالے سے لکھا ہے کہ أسررتُ الشيئ کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو چھپانا اور أسررته کا معنیٰ ہے: أعلنته، یعنی: میں نے اس کو ظاہر کر دیا۔ اس آیت کریمہ میں یہ لفظ اِظہار کے معنیٰ میں مستعمل ہے: وَاَسَرُّواالنَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُاالْعَذَابَ[31].

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

أسررتُ: من الأضداد، يكون: أسررتُ بمعنى: كتمتُ، وهوالغالب على الحرف، ويكون بمعنى: أظهرتُ، قال الله عزوجل: وَاَسَرُّواالنَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا[32] يعني: أسروا هاهنا: كتموا. وقال في غيرهذا الموضع: وَاَسَرُّواالنَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُاالْعَذَابَ[33] فقال الفراء

والمفسرون: معناه: كتم الرؤساءُ الندامة من السَّفِلَةِ الذين أضلوهم، و قال أبوعبيدة وقطرب: معناه: وأظهرواالندامة عندمعاينة العذاب[34].

"أسررتُ: اَضداد میں سے ہے۔ کتمتُ (میں نے اسے چھپایا) کے معنیٰ میں۔ حرف پر اس معنیٰ کا غلبہ ہے۔ یہ أظهرتُ کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہے۔ چھپانے کے معنیٰ میں اس آیت میں ہے: وَاَسَرُّواالنَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا[35]. جب کہ وَاَسَرُّواالنَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُاالْعَذَابَ[36]. کے بارے میں فراء اور دوسرے مؤرخین کہتے ہیں کہ گمراہی کے رؤساء اپنے چیلوں سے اپنی پشیمانی کو چھپائیں گے جب کہ ابوعبیدۃ اور قطرب کہتے ہیں کہ عذاب کو جب اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو پشیمانی کو ظاہر کریں گے۔"

1. کتمان یعنی پوشیدہ رکھنا، جیسے اِن آیات میں:

اَوَلاَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَايُعْلِنُوْنَ[37] "کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔"

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّه يَعْلَمُ السِّرَّوَاَخْفٰى[38] "اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ پوشیدہ اور اس سے زیادہ پوشیدہ کو جانتا ہے۔"

وَاَسِرُّوْاقَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِه اِنَّه عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ[39] "اور تم اپنی بات کو چھپاؤ یا ظاہر کرو بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔"

2. اِظہار کے معنیٰ میں، جیسا کہ ان آیات میں:

وَاَسَرُّواالنَّدَامَةَ لَمَّارَاَوُاالْعَذَابَ[40] "اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں نادم ہوں گے۔"

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں:

يعني الرؤساء اخفوها من الأتباع--وقال آخرون منهم أبوعبيدة والمفضّل: اَسَرُّواالنَّدَامَةَ بمعنى: أظهروها ، لأنه ليس بيوم تَصَنُّع ولا تصُّر، والإسرارُمن الأضداد، يقالُ : أسررتُ الشيئَ بمعنى: أخْفَيْتُه، وأسْرَرْتُه: أظْهَرْتُه---فعلى هذاالقول: أظهرواالندامة عند إحراقِ النارِ لهم، لأن النارألْهَتْهُمْ عن التَّصنُّعِ والكتمان، وعلى الأول: كتموها قبلَ إحراقِ النارِ إيَّاهُمْ[41].

"یعنی رؤساء اپنے چیلوں سے اپنی پشیمانی چھپائیں گے۔ دوسرے مفسرین جیسے ابوعبیدۃ اور مفضَّل کہتے ہیں کہ اَسَرُّواالنَّدَامَةَ کا معنیٰ ہے: وہ اپنی پشیمانی کا ظاہر کریں گے۔ یہ اس لیے کہ وہ تصنع اور بناوٹ کا دن نہیں۔ اِسرار اَضداد میں سے ہے۔ أسررتُ الشيئَ کا معنیٰ ہے: میں نے اُس چیز کو چھپایا اور اس کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ میں نے اُسے ظاہر کر دیا تو اس قول کے

تناظر میں اس کا معنٰی یہ ہے کہ اُنہیں جب آگ کی عذاب سے واسطہ پڑے گا تو وہ اپنی ندامت وپشیمانی کو ظاہر کریں گے اس لیے کہ آگ کی عذاب سے اُن کے چودہ طبق روشن ہو گئے اوراب وہ تصنع وکتمان نہیں کر سکیں گے۔ پہلے قول کے مطابق تفسیر یہ ہوگی کہ آگ کی عذاب میں پڑ جانے سے پہلے وہ اپنی ندامت کو اپنے چیلوں سے چھپائیں گے۔"

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْاهَلْ هٰذَا اِلَّابَشَرٌ مِّثْلُكُمْ[42]"اور ظالم پوشیدہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ تمہاری طرح ایک انسان ہی تو ہے۔"

امام طبری لکھتے ہیں:

وأظهرواالمناجاة بينهم[43]"ان کے آپس میں جو سرگوشیاں ہوئی تھیں اُنہیں ظاہر کر کے کہتے ہیں۔"

اور حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں:

وأسرواهاهنابمعنى:أظهروا،لأنه من الأضداد[44]."أَسَرُّوْا یہاں أَظْهَرُوْا کے معنٰی میں ہے اس لیے کہ یہ حروفِ اَضداد میں سے ہے۔"

الشِّرَآءُ

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

اشتريتُ حرفٌ من الأضداد،يُقال:اشتريتُ الشيئ على معنى:قَبَضتُه واعطيتُ ثمنَه،وهوالمعنى المعروف عندالناس، ويُقال:اشتريتُه:إذا بعتَه.قال الله عزوجل:أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُاالضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى[45]. قال جماعةٌ من المفسرين : معناه باعُوا الضلالة بالهُدى،وقال بعض أهل اللغة: كُلُ مَن آثَرَشيئاً على شيئ فالعرب تجعل الإيثارله بمنزلة شراه---ويُقال:شريت الشيئ: إذابِعتَه؛وشريتُه:إذاابتَعتَه،قال الله عزوجل:وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ[46].فمعناه:من يبيع نفسه[47].

" اشتريتُ:اَضداد میں سے ایک حرف ہے۔اشتريتُ الشيئ :اُس وقت کہتے ہیں جب کسی چیز کی قیمت ادا کر کے اُسے قبضہ میں لیا جائے۔لوگوں میں یہ معروف معنٰی ہے۔کسی چیز کے فروخت کرنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔آیت کریمہ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُاالضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى[48]. کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔بعض اہل لغت کہتے ہیں:جب دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو ترجیح دی جاتی ہے اُس وقت اشتراء کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔کسی چیز کے فروخت کرنے اور خریدنے دونوں

کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ[49]. میں یہ فروخت کرنے کے مفہوم میں ہے۔"

امام ابن سیدۃ لکھتے ہیں کہ:

قال أبوإسحاق:ليس هنابيعٌ وشِراءٌ،ولكن رَّغْبَتُهُم فيه بتمسُّكهم به كرَغْبَةِ المشتری بِمالِه ما يرغَبُ فيه ،والعربُ تقول لكل مَن ترک شيئاً وتَمَسَّکَ بغيره:قد اِشتراهُ[50].

"ابواسحاق فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خرید و فروخت والا معنی مراد نہیں، بلکہ اُن کی کفر و ضلال میں اُن کی دلچسپی اور رغبت مراد ہے، جیساکہ کوئی خریدار اپنی ضرورت کی چیز خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہے اور عرب اِشْتَرَاہُ کا لفظ اُس جگہ استعمال کرتے ہیں جب کوئی کسی ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔"

الشِّرَاءُ اضداد میں سے ایک کلمہ ہے اور دو متضاد معنوں میں مستعمل ہے:

3. بیچ ڈالنا:بِئسَمَااشْتَرَوْابِه اَنْفُسَهُمْ[51]. "انہوں نے اپنی جانوں کو بہت بری چیز کے لیے بیچ ڈالا۔"

4. خرید لینا:اِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[52] "بے شک اللہ نے مؤمنوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ اُن کے لیے جنت ہے۔"

صَوِرَ

امام ابن فارِس لکھتے ہیں:

الصَّاد والواو والرَّاء كلمات كثيرة متباينة الأصول،وليس هذا الباب بباب قياس ولا إشتقاق،ومما ينقاس منه قولهم صَوِرَ يَصوَر: إذا مال،وصُرت الشيئ أصُوره، وأصَرْتُه: إذاأمَلته إليک[53].

"صاد، واؤ، راء: بہت سے کلمات ہیں جن کے اُصول ایک دوسرے سے متباین اور الگ الگ ہیں یہ قیاسی اور اشتقاقی باب نہیں ہے۔ صَوِرَ يَصُور کا مطلب ہے: وہ مائل ہوا اور صُرت الشيئ أصُوره، وأصَرْتُه کا مطلب ہے: وہ میری طرف مائل ہوا۔"

امام اصمعی لکھتے ہیں:

صُرتُه أصُورُه:إذا ضَممته إليک،وصُرتُ أيضاً قَطَّعْتُ و فَرَّقْتُ[54]. "صُرتُه أصُورُه: جب کسی چیز کو اپنی طرف مائل کر دی جائے۔ صُرتُ: کا معنیٰ ہے: میں نے اسے کاٹا۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔"

قرآن مجید میں ہے(فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِفَصُرْهُنَّ اِلَيْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَکَ سَعْيًا[55])"تو چار پرندے لو اور ان کو اپنے سے ہلا لو پھر (ان کو ٹکڑے

ٹکڑے کرکے) ہر پہاڑی پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو، پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔"

امام سجستانی لکھتے ہیں:

يُقال: صارَ فلانٌ الشيئَ: قطعه، وصاره: جَمَعَه، وقال في هذه الآية فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِفَصُرْهُنَّ اِلَيْکَ: قَطِّعْهُنَّ واجْمَعهُنَّ، في التفسير، قال مجاهد: أراد: فخُذ أربعةً من الطير إليک فصُرهُنَّ فَقَدَمَ وأخَّرَ[56].

"صارَفلانٌ الشيی اُس وقت بولتے ہیں جب اسے کاٹا جائے اور اُس وقت بھی جب کسی چیز کو جمع کیا جائے۔ ہلالیا جائے۔ مائل کیا جائے۔ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِفَصُرْهُنَّ اِلَيْکَ کا معنیٰ ہے: انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور ان کو جمع کر دو۔ مجاہد کہتے ہیں: اس آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے یعنی چار پرندے لے لو اور اُنہیں اپنے سے ہلا لو۔"

مفسر ابن جریر لکھتے ہیں:

یہ لفظ صاریصورُ اور صارَیصیرُ دونوں سے پڑھا گیا ہے اور لفظِ مشترک ہے بمعنی: مائل کرنا اور ہلانا اور اور پارہ پارہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض نے کہا ہے کہ بالکسر بمعنی قطع کرنا اور بالضم بمعنی مائل کرنا اور بعض نے کہا ہے کہ بالضم تو دونوں معنوں میں مشترک ہے اور بالکسر فقط بمعنی قطع کرنا ہے[57]۔

الصَّلاة

امام صغانی لکھتے ہیں:

الصَّلاة: مسجد المسلمين، وكنيسة اليهود[58]. "مسلمانوں کی مسجد اور یہودیوں کے کنیسہ کو الصَّلاۃ کہتے ہیں۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

الصَّلاۃ حروفِ اَضداد میں سے ہے اور قرآن مجید میں اس کے دو استعمالات ہیں:

1. مسلمانوں کی مسجد (يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالَاتَقْرَبُواالصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ[59]) "ایمان والو! صلاۃ کے پاس نہ جایا کرو یہاں تک کہ جو کچھ تم زبان سے کہتے ہو اُس کو سمجھنے لگو۔"
2. امام ابو عبیدۃ کی تفسیر کے مطابق صلاۃ سے مراد مصلّٰی یعنی نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔

الصَّلوات سے مراد یہودیوں کے کنائس ہیں، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا[60]

"اوراگر اللہ لوگوں کوایک دوسرے سے دفع نہ کرتارہتاتوتمام خانقاہیں، گرجے، کنیسے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کانام لیاجاتاہے ڈھائے جاچکے ہوتے[61]۔"

ظُلم

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الظُّلمُ عند أهل اللغةِ وكثيرٍ من العلماء وضعُ الشيئ في غيرِموضعهِ المختَصِّ به إمَّا بنقصانٍ أوبزيادةٍ،وإمَّا بِعُدُولٍ عن وقته أو مكانه[62].

"ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کواُس کے مخصوص مقام پر نہ رکھناخواہ کمی زیادتی کرکے یااُسے اس کے صحیح وقت اوراصلی جگہ سے ہٹاکر۔"

ظلم، حروفِ اضداد میں سے ہے اوراس کے دونوں معنی قرآن مجید میں مستعمل ہیں۔

1. امام واحدی لکھتے ہیں(والظُّلمُ قد يكونُ بمعنى بَخْسِ الحق[63])"ظلم، کبھی کبھار کسی حق میں کوتاہی کرنے کے معنیٰ میں آتاہے۔"

اس کی کئی مثالیں ہیں، جیسے اِن آیتوں میں:

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ[64]"اوراُنہوں نے ہماراکچھ نہیں بگاڑابلکہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔"

امام ابوزکریایحییٰ بن زیاد الفراء لکھتے ہیں:

أي:مانقصُونا شيئا بما فعلوا ولٰكن نقَصُوا حَظَّ أنفسهم[65]"یعنی اُنہوں نے جوکچھ کیااُس سے ہماراکوئی نقصان نہیں کیالیکن اپنے حصے میں کمی کردی۔"

کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَھَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْئًا[66]"وہ دونوں باغ خوب پھل لائے اوراس میں ذراکمی نہیں کی۔"

2. ظلم، بمعنی: زیادتی، جیسے اِن آیات میں:

وَمَاظَلَمْنٰھُمْ وَلٰکِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ[67]"اورہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیابلکہ اُنہوں نے خوداپنے اوپر ظلم کیا۔"

وَمَاظَلَمْنٰھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْاھُمُ الظّٰلِمِیْنَ[68]"اورہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیابلکہ وہ خودہی ظالم تھے۔"

الظَّنُّ

امام ابن فارِس لکھتے ہیں کہ:

الظاء والنون أُصَيْلٌ صحيحٌ يدل على معنيان مختلفتان: يقين وشک[69].

"ظاء اور نون ایک صحیح اصل ہے جو دو مختلف معنوں پر دلالت کرتی ہے: یقین اور شک۔"

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الظَّنُّ إسمٌ لما يَحصُلُ عن أمارةٍ،ومتى قويَت أدَّت إلى العلم ، و متَى ضَعُفَت جِدًّا لم يتجاوَز حَدَّ التَّوَهُّمِ ، و متَى قَوِيَ أوتَصَوَّرَ تَصَوُّرَ القَوِيَّ استُعمِلَ معه أنَّ المشددة،وأنْ المخففة منها ،ومتى ضَعُفَ استُعمِلَ أنَّ،وأنِ المختصة بالمعدومِين من القول والفعل[70].

"علامات و قرائن سے جو شے حاصل ہو اُسے ظن کہا جاتا ہے، اگر یہ علامات و قرائن قوی ہوتے ہیں تو ظن کی سرحد علم ویقین سے مل جاتی ہے اور اگر یہ قرائن بہت ہی زیادہ کمزور ہوں تو پھر انتہائی درجہ وہم ہے۔ جب وہ نتیجہ قوی ہو اور علم کا درجہ حاصل کرے یا اُسے علم کے درجے میں فرض کرلیا جائے تو اُس کے بعد اَنَّیا اَنْ استعمال ہوتا ہے مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجے سے آگے نہ بڑھے تو پھر اُس کے ساتھ صرف اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے عدم کے ساتھ مختص ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

الظَّنُّ يقع على معان أربعةٍ،معنيان متضادان:أحدهما:الشک، والآخراليقين الذي لاشک فيه،فأما معنى الشک فأكثر مِن أن تُحصى شواهده وأمامعنى اليقين فمنه قول الله تعالى: وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَفَظَنُّوْااَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا[71]. معناه: فعلموا بغيرشک، وقال:وَ اَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَه هَرَبًا[72]معناه:علمنا--- والمعنيان اللذان ليسا متضادين: أحدهماالكذبُ،والآخر:التهمة،فإذاكان الظن بمعنى الكذب قلتَ:ظَنَّ فُلانٌ، أي:كذب،قال اللهتعالى:اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ[73].معناه:إن هم إلَّايكذبون وأمامعنى التهمةفهوأن تقول:ظننتُ فلاناً ، فتستغني عن الخبر، لأنک اتهمته، ويُقال:فلانٌ عندي ظنينٌ،أي:مُتَّهَمٌ---ومنه قوله:وَمَاهُوَعَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ[74].معناه:بمُتَّهَمٍ[75].

"ظن چار معنوں میں مستعمل ہے جن میں سے دو معنی متضاد ہیں: ایک شک اور دوسرا یقین جس میں کوئی شک نہ ہو۔ شک کے معنٰی کے لیے تو اَن گنت شواہد موجود ہیں۔ رہا یقین سو اِن آیات میں ملاحظہ ہو: (وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَفَظَنُّوْااَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا[76]) "اور مجرم آگ کو دیکھیں گے

اور سمجھیں گے کہ اس میں گرنے والے ہیں۔" اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بغیر کسی شک وشبہ کے جان لیں گے۔(وَاَنَّاظَنَنَّااَنْ لَّنْ نُّعْجِزَاللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَه هَرَبًا[77])"اور بے شک ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ کو زمین میں کبھی عاجز نہ کر سکیں گے اور نہ ہی ہم بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے۔" اس کا معنیٰ یہ ہے: ہم نے جان لیا۔ رہے وہ دو غیر متضاد معنی سو اُن میں سے ایک جھوٹ ہے اور دوسرا تہمت، جب ظن بمعنیٰ کذب ہو تو ظَنَّ فُلَانٌ کہتے ہیں یعنی: فلاں نے جھوٹ بولا۔ اس معنیٰ میں اس آیت کریمہ میں ہے:(اِنْ هُمْ اِلاَّیَظُنُّوْنَ[78])"یہ محض جھوٹ بولتے ہیں۔" اس کا معنیٰ ہے(إن هم إلاّيكذبون)"یہ نہیں بولتے مگر جھوٹ۔" تہمت کا معنیٰ مراد لیتے وقتظننتُ فلاناً، کہہ کر خبر کو ذکر نہیں کرتے اس لیے کہ اُس پر تہمت لگائی گئی۔ ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ: فلانٌ عندي ظنينٌ یعنی وہ میرے نزدیک مُتَّہم یعنی بدنام ہے اور اسی معنیٰ میں اس آیت میں مستعمل ہے:(وَمَاهُوَعَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ[79])"اور وہ غیب کی باتوں پر مُتَّہم (بدنام) نہیں۔"

قرآن مجید میں یہ دو متضاد معنوں میں آیا ہے:

1. یقین، جس میں کوئی شک نہ ہو، جیسے اِن آیات میں وَرَاَی الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَفَظَنُّوْااَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا[80]"اور مجرم آگ کو دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ اس میں گرنے والے ہیں۔"

امام طبری لکھتے ہیں:

فعَلِموا أنهم داخلوها[81]"تو وہ جان لیں گے کہ اس میں داخل ہونے والے ہیں۔"

وَظَنَّ دَاودُ اَنَّمَافَتَنّٰهُ[82]"اور داود(ں) نے یقین کر لیا کہ ہم نے اُس کا امتحان لیا ہے۔"

امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

أيقن وعَلِمَ [83]"اُس نے یقین کیا اور سمجھ لیا۔"

وَاَنَّاظَنَنَّااَنْ لَّنْ نُّعْجِزَاللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَه هَرَبًا[84]"اور بے شک ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ کو زمین میں کبھی عاجز نہ کر سکیں گے اور نہ ہی ہم بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے۔"

امام قرطبی لکھتے ہیں:

الظَّنُّ هنابمعنى العلم واليقين[85]." ظن یہاں علم ویقین کے معنیٰ میں ہے۔"

2. شک: قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلاَّظَنًّا[86]"تم جواب دیتے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے، بس ایک شک ہے جو ہم کرتے ہیں۔"

امام بدر الدین زرکشی لکھتے ہیں:

ظَنٌّ أصلها للإعتقادالراجح، كقوله: اِنْ ظَنَّااَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَاللهِ[87] وقد تُستعمل بمعنى اليقين، لأن الظن فيه طرفٌ من اليقين، لولاه كان جهلاً، كقوله تعالى: اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْارَبِّهِمْ[88]. وللفرق بينهما في القرآن ضابطان: أحدهما: أنه حيث وجدالظن محموداًمثاباًعليه فهواليقين، وحيث وجد مذموماً متوعداًبالعقاب عليه فهوالشک. الثاني: أن كل ظن يتصل بعده: إِنْ وأَنْ الخفيفة فهو شكٌّ، كقوله: اِنْ ظَنَّااَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَاللهِ[89]. وقوله: بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ[90]. وكل ظن يتصل به إِنَّ المشددة فالمراد به اليقين كقوله: اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ[91]. وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ[92]. فإن قيل: يرد على هذاالضابط قوله تعالى: وَظَنُّوْااَنْ لاَّمَلْجَاَمِنَ اللهِ اِلاَّاِلَيْهِ[93]. قيل: لأنها اتصلت بالفعل. فتَمَسَّک بهذا الضابط، فإنه مِن أسرارالقرآن[94].

"اصل اعتقادِ راجح کو "ظن" کہتے ہیں جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے (اِنْ ظَنَّا اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَاللهِ[95]) "اگر وہ دونوں توقع رکھتے ہوں کہ وہ اللہ کے حدود پر قائم رہ سکتے ہیں۔"

یہ یقین کے معنٰی میں بھی مستعمل ہے اس لیے کہ ظن میں یقین کا ایک پہلو بھی ہے اگر وہ نہ ہو تو پھر جہل ہی رہے گی، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْارَبِّهِمْ[96] "جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔"

قرآن مجید میں اس کے استعمال کا فرق جاننے کے دو ضابطے ہیں: پہلا ضابطہ یہ ہے کہ جہاں کہیں ظن محمود ہو اور اس پر اجر وثواب کا وعدہ ہو تو وہ یقین کے معنٰی میں ہوتا ہے اور جب مذموم ہو اور اس پر عذاب کا وعدہ کیا گیا ہو تو شک کے معنٰی میں ہوتا ہے۔ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ جب ظن کے بعد اِنْ یا اَنْ خفیفہ آیا ہو تو وہاں شک کے معنٰی میں ہوتا ہے جیسا کہ ان آیات میں:

اِنْ ظَنَّااَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَاللهِ[97] "اگر وہ دونوں توقع رکھتے ہوں کہ وہ اللہ کے حدود پر قائم رہ سکتے ہیں۔"

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ[98] "بلکہ تم نے یہ گمان کیا کہ رسول کبھی واپس نہیں لوٹے گا۔"

اور ہر وہ ظن جس کے متصل اَنَّ مشدد ہو تو وہ یقین کے معنٰی میں ہوتا ہے جیسا کہ ان آیات میں:

اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ[99] "بے شک میں نے یقین کر رکھا تھا کہ مجھے اپنے حساب سے دوچار ہونا ہے۔"

وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ[100] "اور وہ یقین کرے گا کہ بس وقت چل چلاؤ کا ہے۔" اس ضابطے پر یہ سوال اُٹھتا ہے کہ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ[101] میں اس کے برخلاف ظن بمعنیٰ یقین کے متصل بعد اَنْ خفیفہ مستعمل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اس لیے ہے کہ یہ فعل سے متصل آیا ہے۔ اس ضابطے کو خوب سمجھو اس لیے کہ یہ قرآنی اَسرار میں سے ہے۔"

ظِهرِيٌّ

امام ابن فارِس لکھتے ہیں:

الظَّاء والهَاء والرَّاء أصلٌ صحيحٌ واحدٌ يدل على قوة وبروز والأصل فيه كله ظَهْرُالإنسَان وهوخلاف بطنه وهو يجمع البروز والقوة[102].

"ظاء، ہاء اور راء ایک صحیح اصل ہے جو قوت اور ظاہر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں معنوں کی اصل ظَهْرُالإنسَان (انسان کی پیٹ) ہے جو اس کے پیٹ کے خلاف ہے اور جو قوت اور ظُہور کو سمیٹے ہوئے ہے۔"

یہ لفظ قرآن مجید میں دو متضاد معنوں میں مستعمل ہے:

1. ظِهرِيٌّ فراموش شدہ، پیٹھ پیچھے ڈالے ہوئے اور بھولے بسرے کے معنیٰ میں جیسے اس آیت میں (وَاتَّخَذْ تُمُوْهُ وَرَآءَ كُمْ ظِهْرِيًّا[103]) "اور اُس (رب) کو تو تم نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔"
   امام ابن الانباری لکھتے ہیں: اطَّرحتموه، ولم تعبدوه، ولم تقفواعند أمره ونهيه[104]. "تم نے اُسے پس پش ڈال دیا ہے۔ اُس کی عبادت نہیں کرتے اور اُس کے امر و نہی پر کان نہیں دھرتے۔"
2. ظِهرِيٌّ معین و مددگار اور پشتی بان کے معنیٰ میں، جیسا ان آیات میں (وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا[105]) "اور یہ کافر اپنے رب کے حریف بن کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔"

اس کا مطلب یہ ہے:

وكان معاوناً للكافرين على ربه[106]. "اپنے رب کے خلاف کافروں کا معاوِن تھا۔"

امام راغب لکھتے ہیں:

أي: معيناً للشيطانِ على الرحمٰن[107]. "یعنی: کافر رحمن کی مخالَفت میں شیطان کا مددگار ہے۔"

رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ[108] "اے رب! چونکہ تو نے مجھ پر فضل کیا ہے تو میں عہد کرتا ہوں کہ مجرموں کا مددگار کبھی نہیں بنوں گا[109]۔"

عاصِم

امام ابن فارِس لکھتے ہیں:

العين والصاد والميم أصلٌ واحدٌ صحيحٌ يدل على إمساك ومنع وملازَمة،والمعني فيذلک كله معنى واحد،مِن ذلک العصمة أن يعصم الله تعالى عبده من سوء يقع فيه،واعتصم العبد بالله تعالى:إذا امتنع،واستعصم:إلتجَأ[110].

"عین، صاد اور میم ایک صحیح اصل ہے جو اِمساک، منع اور ملازَمت پر دلالت کرتی ہے اور ان سب میں ایک ہی معنٰی مراد ہے۔ عصمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو تکلیف میں پڑنے سے بچائے، واعتصم العبد باللہ اُس وقت بولتے ہیں جب بندہ کسی گناہ سے باز آجائے۔ استعصم کا معنٰی ہے: اُس نے پناہ لی۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

العاصم من الأضداد،يُقال:الله عاصِمٌ لمن أطاعه،ويُقال:رجلٌ عاصِمٌ أي:معصومٌ ، إذا فَهِمَ المعنى،قال الله تعالى:لَاعَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِاللهِ اِلَّامَنْ رَّحِمَ[111].فمعناه:لا معصوم اليوم من أمر الله إلاَّ المرحوم[112].

"عاصِم حروفِ اَضداد میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عاصم اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے فرمان برداروں کو بچاتا ہے۔ عاصِم معصوم کے معنٰی میں بھی مستعمل ہے۔ رجلٌ عاصِمٌ میں یہ معصوم کے معنٰی میں ہے جب مراد سمجھ لے۔ لَاعَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِاللهِ اِلَّامَنْ رَّحِمَ[113]. کا معنٰی ہے: "اللہ کے عذاب سے آج کوئی بچنے والا نہیں مگر وہ جس پر رحم کیا جائے۔"

اس آیت میں دو قول ہیں:

1. لامَانِع اليوم من أمرالله، قاله أبوصالح عن ابن عباس[114]. "آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں۔ اسے ابو صالح نے سیدنا ابن عباس؄ سے روایت کیا ہے۔"
2. لامَعصوم،ومثله:مِنْ مَّاَءٍ دَافِقٍ[115].بمعنى:مَدْفُوْقٍ[116]. "(عاصم، معصوم کے معنٰی میں اس صورت میں معنٰی ہو گا) آج کوئی بچنے والا نہیں جیسا کہ مِنْ مَّاَءٍ دَافِقٍ[117]. میں دَافِقٍ مَدْفُوْقٍ کے معنٰی میں ہے۔"

عَسْعَس

قرآن مجید میں ہے:

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ[118] "اور رات کی جب وہ جانے لگے۔"

امام ابو عبیدۃ لکھتے ہیں:

قال بعضهم:عَسْعَسَ:إذا أقبلت ظلماؤه،وقال بعضهم:إذا وَلّى،ألا تراه قال:وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ[119].

"بعض مفسرین نے عَسْعَس کا معنی لیا ہے: جب رات کی تاریکیاں آ جائیں اور بعض نے اس کا معنیٰ کیا ہے: جب وہ جانے لگے۔ (یہ معنیٰ اس لیے زیادہ مناسب ہے کہ اس کے بعد آیا ہے کہ)" اور صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے۔"

امام اَصمعی (الاضداد: ۷-۸، برقم: ۳) میں، امام سجستانی (الاضداد: 97، برقم: ۱۳۱) اور امام ابن السکیت بھی (الاضداد: 167، برقم: 278) میں اسے حروف اَضداد میں سے مانتے ہیں۔

امام طبری لکھتے ہیں:

وأولى التأويلين في ذلك بالصواب عندي قول مَن قال:معنى ذلك:إذاأدبر،وذلك لقوله:وَالصُّبْحِ اِذَاتَنَفَّسَ،فَدَلَّ بذلك على أن القسم بالليل مدبراً،وبالنهارمقبلاً، والعرب تقول:عسعس الليل،وسعسع الليل:إذا أدبر ولم يبق منه إلاّ اليسير[120].

"میرے نزدیک ان دونوں تفسیروں میں زیادہ درست إذاأدبَرَ والی تفسیر ہے اس لیے کہ اس کے بعد وَالصُّبْحِ اِذَاتَنَفَّسَ کے الفاظ ہیں جو اِس بات کی دلیل ہے کہ جانے والی رات اور ابھرنے والی صبح کی قسم کھائی گئی ہے۔ عرب عَسْعَسَ اللَّيْلُ اور سَعْسَعَ اللَّيْلُ اُس وقت کہتے ہیں جب رات جانے لگے اور اس کا تھوڑا حصہ ابھی باقی ہو۔"

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

عَسْعَسَ:أي:أقبَلَ وأدبَرَ،وذلك في مَبْدَإِ الليلِ ومُنْتَهَاهُ، فالعَسعَسَةُ والعِسَاسُ:رِقَّةُ الظّلاَمِ وذلك في طَرَفَيِ اللَّيْلِ[121].

"عَسْعَسَ کے معنی أقبَلَ وأدبَرَ دونوں کے ہیں یعنی: رات کا اندھیرا چھانے کے بھی اور چھٹ جانے کے بھی۔ اور یہ کیفیت رات کی ابتدا میں بھی ہوتی ہے اور انتہا میں بھی، لہٰذا عَسعَسَةُ اور عِسَاسُ کے معنی ہوئے ہلکا ہلکا اندھیرا ہونے کے اور یہ رات کے دونوں اَطراف میں ہوتا ہے۔"

عَسٰی

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

عَسَى فِعلٌ جامِدٌ لا يُتَصَرَّفُ،ومن ثم ادَّعَى قومٌ أنه حرفٌ[122]. "عَسَی فعل جامد ہے، اس کی گردان نہیں آتی اس لیے بعض لوگوں نے اس کو حرف کہہ دیا ہے۔"

علامہ بدرالدین زرکشی لکھتے ہیں[123]:

تُستعملُ للترجي في المحبوب،والإشفاق في المكروه،وقداجتمعا في قوله تعالى:وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْاشَيْئًا وَّهُوَخَيْرٌلَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًاوَّهُوَ شَرٌّلَّكُمْ[124].

"یہ پسندیدہ بات میں اُمید کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت میں موجود ہیں:وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْءًا وَّهُوَخَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّلَّكُمْ[125]. "ممکن ہے تم ایک شے کو ناگوار خیال کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے تم ایک شے کو پسندیدہ سمجھو اور وہ تمہارے لیے بری ہو۔"

امام سجستانی لکھتے ہیں:

عَسٰى شكٌّ ويقينٌ،وهي من اللهيقينٌ[126]."عَسٰی شک اور یقین دونوں کے معنیٰ میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ یقین کے لیے استعمال ہوا ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

عَسٰى لها معنيان متضادان، أحدهما:الشک والطمع،والآخر: اليقين،قال اللهتعالى:وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْءًاوَّهُوَخَيْرٌلَّكُمْ[127].وقال بعض المفسرين:عَسٰى في جميع كتاب اللهواجبةٌ،وقال غيره:عسى في القرآن واجبةٌ اِلَّافي موضعين:في سورةبني اِسرائيل(١٧ :٨)عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ،يعني:بني النضير،فما رحمهم اللهُ بل قاتلهم رسول اللهاوأوقع العقوبة بهم.وفي سورة التحريم (٦٦ :٥)عَسٰى رَبُّه اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبَدِّلَه اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ،فماأبدَلَه الله بهن أزواجاً،ولاٖبِنَّ منه حتى قُبِضَ ﷺ[128].

"عَسٰی کے دو متضاد معنی ہیں:ایک:شک اور طمع اور دوسرا یقین۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَخَيْرٌ لَّكُمْ[129]."ممکن ہے تم ایک شے کو ناگوار خیال کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔"بعض مفسرین نے کہا ہے کہ پورے قرآن مجید میں عَسٰی یقین کے معنیٰ میں مستعمل ہے مگر اس سے دو مقامات مستثنیٰ ہیں:۔عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ[130]."کیا عجب کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے۔"اس سے بنو نضیر مراد ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ انے اُن سے جہاد کر کے سزا دی۔عَسٰى رَبُّه اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبَدِّلَه اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ[131]"بہت ممکن ہے کہ وہ تمہیں طلاق دے چھوڑے تو اُس کا پروردگار تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں اُس کو دے دے۔"

اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنین کے بدلے میں رسول اللہ اکو دوسری بیویاں نہیں دیں اور نہ آپ کی وفات تک کوئی ام المؤمنین آپ سے الگ ہوئی۔"

فَرِحَ

امام جوہری لکھتے ہیں:

فَرِحَ بِه: سُرَّ، والفرح أیضاً: البَطَرُ[132]. "فرح کا استعمال (پسندیدہ، اچھی) خوشی کے لیے بھی ہوتا ہے اور (بُری، مذموم خوشی یعنی) اِترانے اور بدمست ہونے کے لیے بھی ہوتا ہے۔"

قرآن مجید میں اس کا استعمال ان دونوں متضاد معنوں میں ہوا ہے۔

1. مَسَرَّۃٌ: سرور اور خوشی کے معنیٰ میں، جیسے اِن آیات میں: حَتّٰی اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا[133] "یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہو اور کشتیاں ہوائے موافق سے چل رہی ہوتی ہیں اور وہ اس سے مسرور ہوتے ہیں۔" وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[134] "اور یہ دنیا کی زندگی پر خوش ہیں۔"
2. البَطَرُ والْمَرَح: اِترانا اور بدمست ہونا، جیسے اِن آیات میں: اِنَّه لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ[135] "وہ اکڑنے والا اور شیخی بگارنے والا بن جاتا ہے۔"

امام قرطبی لکھتے ہیں:

یفرح ویفخر بمانالَه مِن السَّعَة وینسَی شکرالله علیه[136]. "جو نعمت اور کشادگی اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اُس پر بدمست ہو کر اِتراتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کو بلا دیتا ہے۔"

اِذْ قَالَ لَه قَوْمُه لاَ تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لاَيُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ[137] "جب کہ اُس کی قوم نے اُس سے کہا کہ اِتراؤ مت! اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

امام ابن قتیبۃ لکھتے ہیں:

والمعنی: لاتَأشَروا لاتَبطَر[138]. "معنیٰ یہ ہے کہ بدمست مت ہو جاؤ اور مت اِتراؤ۔"

ذٰلِكُمْ بِمَاكُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِالْحَقِّ[139] "یہ سب اس سبب سے کہ تم زمین میں ناحق اِتراتے اور اکڑتے رہے۔"

وَلاَتَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ[140] "اور اُس چیز پر مت اِتراؤ جو اُس نے تمہیں بخشی ہے۔"

فرط

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

الفاء والرَّاء والطَّاء أصلٌ صحیحٌ یَدُلُّ علی إزالة شیئٍ عن مکانه وتَنَحِّیَته عن[141].

"ف، ر، ط: ایک صحیح اصل ہے جو کسی چیز کو اُس کی جگہ سے ہٹا دینے اور ایک طرف کر دینے کے ہیں۔"

علامہ جوہری لکھتے ہیں:

فَرَطَ فِي الأمريَفْرُطُ فَرْطاً، أي: قصَّرفيه وضَيَّعَه حتى فات، وكذلك التفريطُ. وفَرَطَ عليه، أي: عَجِلَ وعَدَا . ومنه قوله تعالى: اِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْاَنْ يَّطْغٰى---قال الكساءي: يقالُ: ماأفرَطتُّ مِنَ القوم أحداً أي: ما تركتُ، ومنه قوله تعاليوَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ---وأمرٌفُرُطٌ، أي: مُجَاوَزٌفيه الحَدُّ. ومنه قوله تعالى: وَكَانَ اَمْرُه فُرُطًا[142].

"فَرَطَ فِي الأمريَفْرُطُ فَرْطاً کا معنیٰ ہے: اُس نے اس بارے میں کمی کی اور اسے ضائع کیا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا۔ تفریط کا بھی یہی مفہوم ہے۔ فَرَطَ علیہ کا معنیٰ ہے: جلدبازی اور تعدی (زیادتی) کی۔ اِس فرمانِ الٰہی میں یہ اس معنیٰ میں مستعمل ہے: اِنَّا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْاَنْ يَّطْغٰى[143] "ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر تعدی کرے یا اس کی سرکشی اور بڑھ جائے۔"

کسائی کہتے ہیں:

ماأفرَطتُّ مِنَ القوم أحداً کا معنیٰ ہے: میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور اس ارشادِ ربانی میں یہ اسی معنیٰ میں مستعمل ہے لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَوَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ[144] "لازماً اُن کے لیے دوزخ ہے اور وہ اسی میں چھوڑ دیے جائیں گے۔"

أمرٌفُرُطٌ کا مطلب ہے: وہ بات جس میں آدمی حد سے بڑھ جائے۔ اس ارشادِ ربانی میں یہ اسی معنیٰ میں مستعمل ہے وَكَانَ اَمْرُه فُرُطًا[145] "اور جس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو چکا ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

أفرطتُ حرفٌ من الأضداد، يُقال: أفرطتُ الرجل: إذا قَدَّمْتَهُ، و أفرطتُهُ: إذاأخَّرتَه ونسيتَهُ، قال اللهتعالى: لاَ جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَوَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ[146]. فمعنى قوله عزوجل: مُفْرَطُوْنَ : مُقدَّمون مُعجَّلون، وقال جماعة من المفسرين والقراء : معناه مَنسِيُّون مَترُوكون[147].

"اَفرطتُ: اَضداد میں سے ایک حرف ہے۔ اَفرطتُ الرجل: اُس وقت بولتے ہیں جب کسی کو آگے کیا جائے اور اُس وقت بھی جب اسے پیچھے کر کے بھلا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَوَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ[148] "لازماً اُن کے لیے دوزخ ہے اور وہ اسی میں چھوڑ دیے جائیں گے۔" اس میں مُفْرَطُوْن کا معنیٰ ہے: مُقدَّمون مُعجَّلون، آگے کیے ہوئے، جلدبازی کیے

ہوئے جب کہ مفسرین اور قاریوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کا معنیٰ مَنسِیُّون مَترُوکون ہے یعنی بھلا دیے ہوئے اور چھوڑے ہوئے۔"

مفسر ابن جریر طبری نے بھی یہی تفصیل لکھ کر بتایا ہے کہ:

وأولَى الأقوال في ذلک بالصواب،القول الذي اخترناه، و ذلک أن الإفراط الذي هو بمعنى التقديم،إنما يُقال فيمن قدَم لإصلاح ما يقدَم إليه وقت ورود من قدَّمه عليه، و ليس بمُقَدِّمٍ مَن قُدِّمَ إلى النارمن أهله الإصلاح شيئ فيها لو أراد يرد عليها فيها فيوافقه مصلحاً ، وإنما تَقَدَّمَ مَن قُدِّمَ إليها لعذاب يُعَجَّلُ له فإذا كان معنى ذلک الإفراط الذي هو تأويل التعجيل ففسد أن يكون له وجهٌ في الصحة،صحَّ المعنى الآخر ، و هو الإفراط الذي بمعنى التخليف والترک.و ذلک أنه يُحكَى عن العرب:ما أفرطتُ وراءي أحداً : أي: ما خَلَّفته،ومافرطته:أي لم أخلفه[149].

"اِن اقوال میں زیادہ پسندیدہ قول وہ ہے جسے ہم نے اختیار کیا ہے اس لیے کہ اِفراط بمعنیٰ تقدیم اس وقت لیتے ہیں جب کوئی وارِد ہونے والا شخص کسی اصلاح والے کام کے لیے آتا ہے جب کہ آگ میں داخل ہونے والا شخص اصلاح کے لیے نہیں آتا، وہاں کوئی مصلح بھی نہیں بلکہ اسے تو اس میں تعجیل سے عذاب کے لیے داخل کیا جاتا ہے اس لیے اس تاویل کے صحیح ہونے کی کوئی وجہ نہیں اس کا دوسرا معنیٰ: اِفراط تخلیف وترک ہی صحیح ہے یعنی پیچھے کر دینا اور چھوڑ دینا۔ عرب یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی کو پیچھے چھوڑتے ہیں۔"

فرغ

امام ابن فارِس لکھتے ہیں:

الفاء والراء والغين أصلٌ صحيحٌ يدلُّ على خُلُوٍّ[150]."ف، ر، غ ایک صحیح اصل ہے جو خالی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

ومِمَّا يُفَسَّرُ من القرآن تفسيرين متضادين قول اللهتعالى:وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًااِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِه لَوْلَآاَنْ رَّبَطْنَاعَلٰى قَلْبِهَافيقول المفسرون معنى الآية:وأصبح فؤادأم موسى فارغاًمن كل هَمٍّ إلاَّمن الإهتمام بموسى والإشفاق عليه إن كادت لتبدي بإسمه،فتقول:هوإبني،وقال بعض أهل اللغة:معنى الآية:وأصبح فؤاد أم موسى فارغاً من الحزن لعلمها بأن موسى عليه السلام لم يُقتَل، إذكان الله عز وجل قدأوحي إليها أنه يرده عليها،ويجعله من المرسلين إن كادت لتبدي به،أي:بذهاب الحزن[151]."ارشادربانی:وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًااِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِه لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا[152].

"اس کے دو متضاد معنی کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا موسیٰ ں کی والدہ کا دل ہر غم و حزن سے فارغ اور خالی تھا مگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے غم اوراُن کی شفقت سے خالی نہیں تھا۔ قریب تھا کہ وہ انہیں اپنا بیٹا کہہ کر اعلان کرے۔ جب کہ کچھ اہل لغت کا خیال ہے کہ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اُن کی والدہ کا دل اُن کے غم سے یک سر خالی تھا اس لیے کہ اُنہیں علم تھا کہ وہ زندہ رہیں گے۔ قتل نہیں ہوں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وحی کی تھی کہ وہ انہیں دوبارہ اپنی والدہ کے پاس لائیں گے اور انہیں رسالت پر فائز کریں گے۔ قریب تھا کہ وہ غم نہ ہونے کا اِظہار کرتیں۔"

امام ابن قتیبۃ نے اس دوسری تأویل پر استدراک کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

هذا مِن أعجب التفسيركيف يكون فؤادُهامن الحُزن فارغاً في وقتها ذاک،والله سبحانه يقول:لَوْلاَاَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا،وهل يُربطُ إلاَّ على قلب الجازِع والمحزون؟وقد خالفه المفسرون إلى الصواب فقالوا: أصبح فارغاً من كل شيئ إلاَّ مِن أمر موسى عليه السلام كأنها لم تهتمَّ بشيئ -ممايهتمُّ به الحيُّ-إلاَّ أمرَ ولدها[153].

"یہ تو عجیب و غریب تفسیر ہے۔ اُن کا دل اُس وقت غم و حزن سے کیوں کر خالی ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ لَوْلاَاَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا فرماتے ہیں۔ یعنی اگر ہم اُس کے دل کو نہ سنبھالتے تو قریب تھا کہ وہ اس راز کو فاش کرتیں۔ جزع فزع کرنے والے محزون دل کے علاوہ کس دل کو سنبھالا دیا جاتا ہے؟ درست تفسیر کرنے والے مفسرین نے اس قول کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دِل میں اپنے فرزند کے علاوہ کسی اور چیز کا اِہتمام ہی نہیں تھا۔"

فزع

امام مبرد لکھتے ہیں:

الفَزَعُ في كلام العرب على وجهين:أحدهما ماتستعمله العامةُ تريدُ به الذُّعْرَ،والآخر: الإستنجادُ والإستصراخ[154].

"کلام عرب میں الفَزَعُ دو معنوں میں مستعمل ہے جن میں سے ایک خوف ہے جو عوام استعمال کرتے ہیں اور دوسرا معنیٰ دشمن وغیرہ کے اچانک حملہ سے مدافعت کے لیے لوگوں کا تیزی سے باہر نکلنا ہے۔"

امام راغب لکھتے ہیں:

الفزعُ:إنقباضٌ ونِفارٌ يَعْتَرِي الإنسانُ من الشيئِ المخِيفِ،وهو من جنس الجَزَعِ،ولايُقالُ:فَزِعْتُ مِنَ اللهِ كما يُقالُ:خِفْتُ مِنَ الله[155].

"فزع اُس اِنقباض اور وحشت و پریشانی کو کہتے ہیں جو کسی خوف ناک چیز کی وجہ سے واقع ہے۔ یہ جزع کے جنس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے لیے فَزِعْتُ مِنَ اللهِ نہیں کہا جائے گا بلکہ خِفْتُ مِنَ اللهِ کہا جائے گا۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

فَزِعَ حرفٌ من الأضداد، يُقال: فزِعَ الرجل: إذا أغاث، وفزِع: إذا استغاث[156].

"فَزِعَ: اَضداد میں سے ایک حرف ہے۔ فزِعَ الرجل کا معنیٰ ہے: اُس نے فریاد کی اور اس کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ اُس نے فریادرسی کی۔"

یہ قرآن مجید میں دو متضاد معنوں: گبراہٹ ہونے اور گبراہٹ دور ہونے میں مستعمل ہے۔

1. گبراہٹ ہونے کے معنیٰ میں وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِفَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلاَّ مَنْ شَآءَ اللهُ[157] "اور اُس دن کا خیال کرو جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمان اور زمین میں ہیں سب گھبرا اُٹھیں گے، صرف وہی اس سے محفوظ رہیں گے جن کو اللہ چاہے گا۔"

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاودَ فَفَزِعَ عَنْهُمْ قَالُوْا لاَ تَخَفْ [158] "جب وہ داود (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ اُس سے ڈرا۔ وہ بولے کہ تم نہ ڈرو۔"

2. گبراہٹ دور ہونے کے معنیٰ میں وَلاَتَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَه اِلاَّ لِمَنْ اَذِنَ لَه حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ[159] "اور اُس کے ہاں کوئی شفاعت کارگر نہیں ہو گی مگر اُس کے لیے جس کے لیے وہ اِجازت دے۔ یہاں تک کہ جب اُن کے دلوں سے دہشت دور ہو گی۔"

فوق

امام ابن فارِس لکھتے ہیں:

الفَاء والواو والقاف أصلان صحيحان يدل أحدهما على عُلو، والآخر على أوبَة ورجوع[160].

"فاء، واو، قاف: دو بنیادی اصل ہیں جن میں سے ایک اوپر ہونے پر دلالت کرتی ہے اور دوسری رجوع اور واپس لوٹنے پر۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

فوق، حرفٌ من الأضداد، يكون بمعنى: أعظم، كقولك: هذا فوق فلان في العلم والشجاعة، إذا كان الذي فيه منهما يزيد على ما في الآخر، ويكون فوق بمعنى: دون كقولك: إن فلانا لَقصيرٌ، وفوق القصير، وإنه لقليلٌ وفوق القليل قليلٌ، وإنه لأحمق وفوق

الأحمق،أي:هودون المذموم بإستحقاقه الزيادةمن الذم،ومن هذاالمعنى قول اللهعزوجل:اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْىٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا[161].

"فوق: حروف اضداد میں سے ہے۔ یہ کبھی تو اعظم "بڑا ہونے" کے معنیٰ میں آتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں، فلاں سے علم و شجاعت میں فوق یعنی اوپر ہے۔ جب ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ عالم اور بہادر ہو اور کبھی فوق کم کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں قصیر (کوتاہ قد) بلکہ قصیر سے بھی فوق ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ یہ قلیل (تھوڑا) بلکہ قلیل سے بھی فوق ہے اور یہ تو احمق (بے وقوف) بلکہ احمق سے بھی فوق ہے یعنی اس کی جو مذمت کی جاتی ہے اس سے زیادہ مذمت کا مستحق ہے۔ اسی معنیٰ میں اس آیت کریمہ میں مستعمل ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْىٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا[162] "بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ کوئی تمثیل بیان کرے، خواہ وہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی کسی چھوٹی چیز کی۔"

قسط

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

القاف والسين والطاء أصلٌ صحيحٌ يدُلُّ على معنيين متضادين و البناء واحد ، فالقِسط:العدل،ويقال منه:أقْسَطَ يُقْسِطُ؛ قال الله تعالى: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ،والقَسط بفتح القاف: الجَور، والقُسوط : العُدول عن الحق[163].

"قاف، سین اور طاء: ایک اصل ہے جو دو متضاد معانی پر دلالت کرتی ہے حالانکہ بنیاد ایک ہی ہے قِسط، عدل کو کہتے ہیں۔ اس سے أقْسَطَ يُقْسِطُ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ[164]) "بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔" اور قَسط بفتح القاف ظلم و جور کو اور قُسوط حق سے روگردانی کو کہتے ہیں۔"

امام اصمعی، امام ابن السکیت اور امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

قَسَطَ:جَارَ،وأقسطَ بالألف:عَدَلَ،لاغيرُ،قال الله:وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ أي: العادلين،وقال في الجائرين: وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا[165].

"قَسَطَ کا معنیٰ ہے: جَارَ، یعنی اُس نے ناانصافی کی جب کہ اَقْسَطَ۔ الف کے ساتھ۔ کا صرف ایک ہی معنیٰ ہے: عدل۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ[166] "اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔" اس آیت میں مقسطین کا معنیٰ "عادلین" ہے اور جائرین (ناانصافی کرنے والوں) کے بارے میں فرمایا وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ

فَكَانُوْالِجَهَنَّمَ حَطَبًا[167] "اور ناانصافی کرنے والے (بے راہ ہونے والے) دوزخ کے ایندھن بنیں گے۔"

القانع

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

القاف والنون والعين أصلان صحيحان: أحدهما يدل على الإقبال على الشيئ ، و الآخر يدل على إستداره في الشيء، وسُمِي قانع للسائل لإقباله على من يسأله[168].

"قاف، نون، عین: دو صحیح اصل ہیں جن میں سے ایک کسی کی طرف متوجہ ہونے اور دوسری کسی شے کے اوڑھنے پر دلالت کرتی ہے۔ سائل کو قانع اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ جس سے مانگتا ہے اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

القانع من الأضداد، يقال: رجل قانع إذاكان راضياً بما هوفيه لايسأل أحدا، ورجل قانع: إذاكان سائلاً، قال الله تعالى: وَاَطْعِمُواالْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ فالقانع: السائلُ، والمعترالذي يعَرِّض بالمسالة ولايُصَرِّحُ[169].

"قانع: اَضداد میں سے ہے۔ جو شخص اپنے حصے پر راضی ہو اور کسی سے کچھ نہیں مانگتا وہ بھی قانع ہے اور جو مانگتا ہے وہ بھی قانع کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَطْعِمُواالْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ[170] "اور صبر سے بیٹھنے والے اور سائل کو بھی کھلاؤ۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ رُءُ وسِهِمْ[171] "وہ سر اُٹھائے ہوئے دوڑتے چلے جارہے ہوں گے۔"

امام تُورِبُشتی[172] لکھتے ہیں:

أقنع رأسه: إذا رفعه، ومنه قوله تعالى: مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ رُءُ وسِهِمْ ، فقد قيل: إن الإقناع قد يكون بمعنى التصويب ، يُقال: أقنع راسه: إذا صَوَّبَه فهومن الأضداد[173].

"اَقنع رأسہ کا معنیٰ ہے: اُس نے اپنا سر اوپر اُٹھالیا۔ ارشادِ ربانی: مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ رُءُ وسِهِمْ اسی سے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کبھی کبھی اِقناع، تصویب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اَقنع راسہ کا معنیٰ ہے: اُس نے اپنے سر کو جھکالیا۔ اس لیے یہ حرف اَضداد میں سے ہے۔"

اَلْقُرْءُ

امام اصمعی اور امام ابن السکیت لکھتے ہیں:

القُرأُ عندأهل الحجاز:الطُّهرُ،وعند أهل العراق:الحيض[174]."قُرْأ: اہل حجاز کے نزدیک طہر اوراہل عراق کے نزدیک حیض کو کہتے ہیں۔" امام ابن الانباری لکھتے ہیں: القُرءُ حرفٌ من الأضداد،يُقال:القُرءُ للطهر،وهومذهب أهل الحجاز،والقُرءُ للحيض،وهومذهب أهل العراق،ويُقال في جمعه:أقراء وقُروءٌ[175]."القُرءُ حروفِ اَضداد میں سے ہے۔ طہر کو القُرءُ کہتے ہیں اور یہ اہل حجاز کا مذہب ہے اور القُرءُ حیض کو بھی کہتے ہیں۔ یہ اہل عراق کا مذہب ہے۔ اس کی جمع اَقراءٌ اور قُروءٌ ہے۔"

امام جوہری لکھتے ہیں:

القَرءُ،بالفتح:الحيض،والجمع أقراءٌ ، وقُروءٌ على فُعُول ، وأَقْرُؤٌ، في أدنى العدد،وفي الحديث:دعي الصَّلاة أيام أَقراءِكِ[176]. و القَرءُ أيضاً:الطهر، و هومن الأضداد[177].

"القَرءُ۔ فتح (قاف کے زبر) کے ساتھ۔ حیض کو کہتے ہیں اس کی جمع اَقراءٌ اور فُعول کے وزن پر قُروءٌ ہے۔ اس کی جمع قلت اَقْرُؤٌ ہے اور حدیث میں ہے کہ: دعي الصَّلاة أيام أَقراءِكِ یعنی اپنی حیض کے دوران نماز چھوڑدو۔ القَرءُ طہر یعنی حیض کے بعد کی پاکی کو بھی کہتے ہیں اور یہ اَضداد میں سے ہے۔"

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

والقُرءُ في الحقيقةِ اسمٌ للدخولِ في الحيضِ عن طُهرٍ،و لماكان اسماً جامعاً للأمرين:الطُّهروالحيضِ المتَعَقِّبِ له أُطلِقَ على كل واحدٍ منهمالأنَّ كل اسم موضوعٌ لِمَعْنَيَين معاً يُطْلَقُ على كُلِّ واحِدٍ منهما إذا انفرد ، كالمائدة للخِوَانِ والطعام،ثم قد يُسَمَّى كلُّ واحدٍ منهما بانفراده به. وليس القُرءُ اسماً للطُّهْرِ مُجَرَّداً ولا للحيض مُجَرَّداً بدلالة أنَّ الطاهر التي لم تَرَ أثَرَ الدم لايُقالُ لها:ذاتُ قُرءٍ و كذاالحائض التي استمرَّ بها الدَّمُ والنُّفساء لايُقال لهاذلك،وقوله:وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ، أي:ثلاثةُ دخولٍ من الطهرفي الحيض[178].

"القُرءُ کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لیے دونوں پر اس کا اِطلاق ہوتا ہے کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لیے بحیثیتِ مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر اِنفراداً بھی بولا جاسکتا ہے مثلاً مَاءِدَةٌ کہ دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لیے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر اِنفراداً بھی بولا جاتا ہے۔ القُرءُ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا (بلکہ دونوں کے لیے وضع کیا گیا ہے) اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اُسے ذاتُ قَرْءٍ نہیں کہا جاتا اور ایسے ہی حائض جسے متواتر خون آرہا ہو اور نُفَسَاء (نفاس والی) کو بھی ذاتُ قَرْءٍ نہیں کہتے اور آیت

کریمہ:وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ[179]."اور مطلّقہ عورتیں اپنے بارے میں تین قُرُوءٍ تک توقف کریں۔"میں ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ کے معنی تین مرتبہ طہر سے حالتِ حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔"

قَضٰى

امام جوہری لکھتے ہیں:

القضاءُ:الحكمُ وأصله قَضَايٌ لأنه مِن قَضَيْتُ،إلاَّأن الياء لما جاء ت بعد الألف همزت والجمع: الأقضيةُ، وقضَى، أي:حَكَمَ،ومنه قوله:وَقَضٰى رَبُّكَ اَلاَّتَعْبُدُوْٓا اِلاَّ اِيَّاهُ.وقديكون بمعنى الفراغ،تقول:قضيتُ حاجتي، وضربه فقضى عليه،أي:قتله،كأنه فرغ منه،وسَمٌّ قاضٍ،أي:قاتلٌ،وقَضٰى نحبه قضاءً، أي: ماتَ، و قد يكون بمعنى الأداء والإنهاء ، تقول: قضيتُ دَيني،و منه قوله تعالى: وَقَضَيْنَآاِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاءِ يْلَ فِى الْكِتٰبِ.وقد يكون أيضاً بمعنى الصنع والتقدير[180].

"قضا، حکم اور فیصلہ کو کہتے ہیں جس کی اصل قضایٌ ہے لیکن حرف یا الف کے بعد آجانے سے ہمزہ میں بدل گئی۔اس کی جمع اقضیۃ ہے۔قضٰی کا معنٰی ہے: حکم دینا، فیصلہ کرنا، جیساکہ اس آیت میں ہےوَقَضٰى رَبُّكَ اَلاَّتَعْبُدُوْٓا اِلاَّ اِيَّاهُ[181]"اور تیرے رب نے فیصلہ کیاہے کہ اُس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو۔" کبھی یہ فارغ ہونے کے معنٰی میں ہوتاہے، جیساکہ قَضَيْتُ حَاجَتِيْ ،یعنی میں اپنے کام سے فارغ ہوا۔اور ضربہ فقضی علیہ کا معنٰی ہوگاکہ اسے قتل کردیاگویاکہ اُس سے فارغ ہوا۔سَمٌّ قاضٍ زہر قاتل کو کہتے ہیں۔قَضٰی نحبہ قضاءً کا معنٰی ہے: وہ مرگیا۔اس کا معنٰی ادائیگی اور قطعی اطلاع بھی ہے جیساکہ قضیتُ دَینی کا معنٰی ہے: میں نے اپنی قرض اداکی۔اسی طرح یہ فرمانِ الٰہیوَقَضَيْنَآاِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ فِى الْكِتٰبِ[182]"ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ قطعی اطلاع دی تھی۔"

قرآن مجید میں یہ دو متضاد معنوں میں بھی مستعمل ہے:

1. ارادہ:وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَايَقُوْلُ لَه كُنْ فَيَكُوْنُ[183]"جب کسی کام کاارادہ کرے تو اُسے کہتاہے: ہوجا، پس وہ ہوجاتاہے۔"
2. پوراکرنا، کسی کام سے فارغ ہونا:فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ[184]."پھر جب تم اپنے (حج کے) مناسک اداکرو۔"

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ[185]"پس جب تم نمازاداکرچکو۔"

کان

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

"کان" اضداد میں ہے۔ یہ ماضی کے لیے بھی مستعمل ہے اور مستقبل کے لیے بھی اور کبھی یہ زائدہ بھی ہوتا ہے[186]۔ جیسا کہ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا[187]یعنی: اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔"

کان "اَضداد میں سے ہے اور دو متضاد زمانوں کے لیے مستعمل ہے:

1. ماضی: وَقَدْكَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَه مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ[188]"ان میں سے ایک گروہ اللہ کے کلام کو سنتا رہا ہے اور اس کو سمجھ چکنے کے بعد اس میں تحریف کرتا رہا ہے۔"
2. مضارع: اِنَّه كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا[189]" بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔"

وَمَاكَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًااِلَّاخَطَـًٔا [190]"اور کسی مؤمن کے لیے روا نہیں کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔"

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا[191]"اُس سے کس طرح بات کریں جو ابھی گود میں بچہ ہے۔"

لاَ

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

لا، حرفٌ من الأضداد، تكون بمعنى الجحد، وهوالأشهرفيهاوتكون بمعنى الإثبات، وهوالمستغرب عند عوام الناس منها، فكونها بمعنى الجحد لايُحتاج فيه إلى شاهد، وكونهابمعنى الإثبات شاهده قول الله عزوجل: وَمَايُشْعِرُكُمْ اَنَّهَااِذَاجَآءَتْ لاَيُؤْمِنُوْنَ. وكذلک قوله تعالى: مَامَنَعَکَ اَلاَّ تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ، معناه: أن تسجد، فدخلت "ما" للتوكيد، ومثله قوله جل وعلا: وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لاَيَرْجِعُوْنَ. معناه: أنهم يرجعون[192].

"لا، اَضداد میں سے ایک حرف ہے جس کا مشہور معنیٰ جحود و انکار ہے جو کسی شاہد پیش کرنے کا محتاج نہیں۔ یہ کبھی کبھار اثبات کے لیے بھی مستعمل ہے جو عوام الناس کو عجیب سا لگے گا اس معنیٰ کے یہ شاہد ہیں: وَمَايُشْعِرُكُمْ اَنَّهَااِذَاجَآءَتْ لاَيُؤْمِنُوْنَ[193]"اور تمہیں کیا پتا کہ جب وہ (نشانیاں) آجائیں گی تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔" مَامَنَعَکَ اَلاَّ تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ[194]" تجھے کیا مانع ہوا اس سے کہ تو سجدہ کرے، جب میں تمہیں حکم دے چکا؟" وَحَرٰمٌ

عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَااَنَّهُمْ لاَیَرْجِعُوْنَ[195] "اور جس بستی کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں ناممکن ہے کہ وہ لوگ پھر لوٹ کر آئیں۔"

لا، حروف اضداد میں سے ہے جس کی مثالیں ان آیات میں ہیں:

1. جحود وانکار؛ اس کی دو قسمیں ہیں:

جحود بمعنی نفی: ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لاَرَیْبَ فِیْهِ[196] "یہ (عظیم الشان) کتاب ہے اس (کے من جانب اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں۔"

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لاَیُؤْمِنُوْنَ[197] "یا تو انہیں تنبیہ نہ کرے وہ ایمان نہیں لاتے۔"

جحود بمعنی نہی: وَلاَ تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ[198] "اور تم دونوں اس درخت کے قریب مت جانا۔"

وَلاَ تَاْکُلُوْا اَمْوالکم بینکم بالباطل[199] "اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ۔"

2. اِثبات: وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَااَنَّهُمْ لاَیَرْجِعُوْنَ[200] "اور جس بستی کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں ناممکن ہے کہ وہ لوگ پھر لوٹ کر آئیں۔"

امام ابن قتیبۃ لکھتے ہیں:

حرامٌ علیهم أن یرجعوا[201]. "اُن کا واپس لوٹنا ناممکن ہے۔"

مِنْ

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

"مِنْ" حرفٌ من الأضداد، تکون لبعض الشیء، وتکون لکله[202].

"مِنْ: حروف اَضداد میں سے ہے۔ اس کا استعمال کبھی کسی شے کے ایک حصہ کے لیے کیا جاتا ہے اور کبھی پوری شے کے لیے۔"

- کسی شے کے ایک حصہ کے لیے اس کا استعمال:

رَبَّنَااِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَالِیُقِیْمُواالصَّلٰوةَ[203]

"اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک کو بن کھیتی کی وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کا اہتمام کرے۔"

- پوری شے کے لیے اس کا استعمال، جیسے ان آیات میں:

یَغْفِرْلَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ[204] "وہ تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔"

وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ[205] "اور اس میں اُن کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔"

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا[206] "اللہ نے اُن سب لوگوں سے، جنہوں نے ایمان لایا اور نیک عمل کیے، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

معناه: وعدهم الله كلهم مغفرةً، لأنه قدَّم وصف قوم يجتمعون في إستحقاق هذا الوعد[207].

"اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سارے لوگوں سے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے کہ اس آیت سے پہلے اُس قوم کی وصف بیان کی گئی ہے جو اس وعدہ کے استحقاق میں شریک ہیں۔"

مَوْلَى

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

الواو، واللام، والياء: أصلٌصحيحٌ يدُلُّ على قُرب، من ذلک: الولْيُ: القرب، ومن الباب المولَى: المعتَق والمعتِق والصاحب والحليف وابن العم والناصروالجاركل هولاء من الولْيِ، وهوالقرب وكلُّ مَن وَلِيَ أمرَآخرَ فهو وليُّه[208].

"واو، لام اور یا: ایک صحیح اصل ہے جو قرب اور نزدیک ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ مولیٰ: آزاد کیے ہوئے غلام اور آزاد کرنے والے آقا کو کہتے ہیں۔ ساتھی، حلیف، چچازاد بھائی، ناصر اور ہمسایہ سارے کے سارے "ولی" سے ہیں جس کا معنیٰ قریب ہونے کا ہے اور جو شخص کسی دوسرے کا کوئی کام اپنے ذمہ لے وہ اس کا ولی کہلاتا ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

المولَى: اضداد میں سے ہے۔ مَولَى: المنعِمُ المعتِق: آزاد کرنے والے محسن کو بھی کہتے ہیں اور زیر احسان آزاد کیے ہوئے شخص کو بھی مَولَى کہتے ہیں[209]۔"

1. المعتِق: وہ جو انسان کو آزادی دیتا ہے: اَنْتَ مَوْلٰنَا[210] "تو ہمارا مولیٰ ہے۔"

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا[211] "کہو کہ ہمیں صرف وہی چیز پہنچے گی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ رکھی ہے۔ وہ ہمارا مولیٰ ہے۔"

2. المعتَق: آزاد کیا ہوا غلام: فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ[212] "اور اگر تم کو اُن کے باپوں کا پتا نہ ہو تو وہ تمہارے بھائی اور تمہارے شریک قبیلہ ہیں۔"

اس آیت میں مَوَالِيْكُمْ سے مراد الْمُعْتَق یعنی آزاد کردہ غلام ہیں[213] اس لیے کہ یہ آیت سیدنا زید بن حارثہؓ کے بارے میں نازل ہوئی اور نبی اکرم انہیں اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلاَنَا کہتے تھے[214]۔

النِّدُّ

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

النون والدال أصل صحیح یدل علی شُرودٍ،وفِراقٍ،ونَدَّ البعیرُ نَدّاً ونُدوداً:ذهب علی وجهه شارداً[215].

"نون اور دال ایک صحیح اصل ہے جو انتشار، تنفر اور فراق پر دلالت کرتی ہے۔نَدَّ البعیرُ نَدّاً ونُدوداً: اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ بدک جائے اور جدھر چاہے منہ اُٹھا کر چل پڑے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

اَلنِّدُّیقع علی معنیین متضادین،یُقال:فلانٌ نِدُّ فلانٍ:إذاکان ضده،وفلانٌ نِدُّه:إذاکان مثلَه، و فَسَّرَ الناسُ قول اللّٰہ تعالی : فَلاَ تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا علی جهتین:(١)فَلاَتَجْعَلُوْالِلّٰہِ أعْدالاً،فالأعدالُ جع عِدل،والعِدل:المثل(٢)عن أبي عبیدة:فلاتجعلواللہ أضداداً[216]."اَلنِّدُّ کا استعمال دو متضاد معنوں کے لیے ہوتا ہے:ضد یعنی مد مقابل اور مثل۔مفسرین نے ارشاد ربانی تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا[217]کی دو متضاد تفسیریں کی ہیں: فَلاَتَجْعَلُوْالِلّٰہِ أعْدالاًیعنی مثل و نظیر۔اَعدال، عِدل کی جمع ہے۔مثل اور شریک کو کہتے ہیں۔

امام طبری لکھتے ہیں:

الأندادجمع ند،والندُّ:العِدْلُ والمِثل،کما قال حسان بن ثابت:أَتَهجُوهُ و لَستَ له بِنِدٍّ فَشرُّکما لِخیرِکُما الفِداءُیعني بقوله:ولست له بِنِدٍّ:لست له بمثلٍ ولا عِدلٍ،وکل شیئ کان نظیراً لشیئ وله شبهیاً فهوله نِدٌّ[218].

"أنداد: ند کی جمع ہے۔برابر اور مثل کو کہتے ہیں جیسا کہ سیدنا حسان بن ثابتؓ[219] نے فرمایا ہے: کیا تو رسول اللہ کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو اُس کے برابر نہیں تو تم دونوں میں سے جو بدترین شخص ہے وہ تم دونوں میں سے بہترین شخص پر قربان ہو۔" اس شعر میں لست له بِنِدٍ کا مطلب یہ ہے کہ تو اُن کے مثل اور برابر نہیں۔ جو چیز کسی دوسری چیز کا نظیر اور شبیہ ہو، وہ اس کی نِد ہے۔" امام ابو عبیدۃ کہتے ہیں: مقابل اور ضد کو کہتے ہیں۔

النِّسْیَان

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

النون والسین والیاء أصل ان صحیحان یدل أحدهما علی إغفال الشیء،والثاني علی ترک الشیئ[220].

"نون، سین اور یا: دو صحیح اصل ہیں جن میں سے ایک کسی چیز سے غافل ہونے اور دوسری کسی چیز کو چھوڑ دینے پر دلالت کرتی ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

مِن الأضداد: نسِيتُ، يكون بمعنى: غَفَلت عن الشيء، و يكون بمعنى: تركت متعمداً من غيرغفلةٍ لحقتني فيه[221].

"نسِيتُ: اَضداد میں سے ہے۔ کسی چیز سے غافل ہو جانے اور کسی چیز کو چھوڑ دینے کے معنٰی میں مستعمل ہے اگرچہ غفلت کی وجہ سے نہ ہو۔"

1. قصداً کسی چیز کو چھوڑ دینا، نظر انداز کرنا، جیسے ان آیتوں میں: وَلاَتَنْسَوُاالْفَضْلَ بَيْنَكُمْ[222] "اور تمہارے درمیان ایک دوسرے پر جو فضیلت ہے اُس کو نہ بُھولو۔"

نَسُوااللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ[223] "انہوں نے اللہ کو بھلا رکھا ہے تو اللہ نے بھی ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

معناه: فَتَرَك إثابتهم ورحمتهم متعمداً[224]. "اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قصداً انہیں کوئی اچھا بدلہ نہیں دیا بلکہ اُنہیں نظر انداز کر دیا۔"

2. غفلت، یعنی بھول جانا، جیسے اِن آیتوں میں: قَالَ لاَتُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ[225] "اُس (موسیٰ) نے کہا: میری بھول چوک پر میرا مواخذہ مت کرو۔"

وَلَقَدْعَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَه عَزْمًا[226] "اور ہم نے اس سے پہلے آدم (علیہ السلام) پر ایک عہد کی ذمہ داری ڈالی تو وہ بھول گیا اور ہم نے اُس میں عزم کی پختگی نہیں پائی۔"

ورآءٌ

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

وراء من الأضداد، يُقال للرجل: وراءک، أي: خلفک، و وراءک أي: أمامک[227].

"وراء: اَضداد میں سے ہے۔ کسی شخص کو وراء کا اُس وقت کہتے ہیں جب کوئی چیز اس کے پیچھے ہو اور وراء کا اُس وقت بھی کہتے ہیں جب کوئی چیز اُس کے آگے ہو۔"

یہ لفظ قرآن مجید میں اِن دونوں متضاد معنوں میں مستعمل ہے۔

1. پس پشت ڈالنا، پیچھے ڈالنا، چھوڑ دینا، عمل نہ کرنا جیسے ان آیتوں میں: نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ[228] "توان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی، اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے پھینکا۔"

امام شعبی کہتے ہیں:

هوبين أيديهم يقرء ونه،ولكن نبذواالعمل به[229]. "وہ اُن کے ہاتھوں میں ہے اُسے پڑھتے بھی ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔" اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: أدرجوه في الحريروالديباج،وحلُّوه بالذّهب والفضة،ولم يُحِلُّواحلاله،ولم يُحَرِّمواحرامه،فذلك النبذ[230]. "اُنہوں نے اسے حریر اور دیباج میں لپیٹ کر رکھا ہے اور اسے سونے چاندی سے لکھا ہے لیکن اس کے حرام کو حرام نہیں کہتے اور اس کے حلال کو حلال نہیں کہتے اور یہی اس کا چھوڑنا ہے۔" فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ[231] "تو اُنہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا۔" وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا[232] "اور تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔"

2. آگے، سامنے، جیسے ان آیتوں میں: مِنْ وَّرَآءِهٖ جَهَنَّمُ[233] "اُس کے آگے جہنم ہے۔"

وَمِنْ وَّرَآءِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ[234] "اور آگے اس کے لیے ایک اور سخت عذاب ہے۔"

وَكَانَ وَرَآءَ هُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُكُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا[235] "اور اُن کے پرے ایک بادشاہ تھا جو تمام (سالم) کشتیوں کو زبردستی ضبط کر رہا تھا۔"

وَمِنْ وَّرَآءِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ[236] "اور اُن کے آگے ایک پردہ ہو گا اُس دن تک کے لیے جس دن وہ اُٹھائے جائیں گے۔"

وَمِنْ وَّرَآءِهِمْ جَهَنَّمُ[237] "اور اُن کے آگے جہنم ہے۔"

وزع

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

الواو والزاء والعين بناء موضوع على غيرقياس[238]. "واو، زاء اور عین: اس مادہ و مصدر کے الفاظ کسی قیاس اور قاعدے کے پابند نہیں۔"

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

قال بعض أهل اللغة:أوزعتُ حرفٌمن الأضداد،يُقال:أوزعتُ الرجلَ:إذاأغريته بالشيئ وأمرته به ، وأوزعته: إذانهيتَه وحبستَه عنه، قال الله عزوجل:فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ،أي:يُحبَسُ أولُهم على آخرهم،قال أبوبكر:والصحيح عندنا أن يكون:أوزعتُ بمعنى:أمرتُ

وأغريتُ.ووزعْتُ بمعنى:حَبَستُ.الدليل على هذا قوله عزوجل:رَبِّ اَوْزِعْنِیْ،معناه:ألهِمني[239].

"بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ اَوزعت اَضداد میں سے ایک حرف ہے۔اس کے دو متضاد معنی ہیں: کسی چیز کا حکم دینا، تیز کرنا، جیسا کہ اس آیت میں ہے فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ[240]"وہ نہایت ترتیب سے صف در صف رہتے تھے۔"

ابو بکر(امام ابن الانباری) کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ أوزعتُ امر اور ترغیب کے معنیٰ میں مستعمل ہے اور وزعتُ روکے رکھنے اور سنبھالا دینے کے معنیٰ میں مستعمل ہے، اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے(رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ[241])"اے میرے رب! مجھے سنبھالے رکھ کہ میں اُس فضل کا شکر گزار رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا ہے۔"

اہل لغت نے کہا ہے کہ یہاں اَوْزِعْنِی کا معنیٰ توفیق دینا، سُجھانا اور کسی چیز کا شیدائی بنانا بھی ہے۔

وعد

امام ابن فارس لکھتے ہیں:

الواو،والعين،والدال كلمةٌ صحيحةٌ تدُلُّ على تَرجيةٍ بقَولٍ،يُقال:وَعَدتُه اعِدُه وعداً،ويكون ذلك بخيرٍ،وشرٍ،فأماالوعيد فلا يكون اِلاَّبِشَرٍّ[242].

"واو، عین اور دال: صحیح کلمہ ہے جو کسی وعدہ کرنے پر دلالت کرتی ہے۔خواہ اچھی بات کا ہو یا بری بات کا۔البتہ شر کی بات کے لیے وعید کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔دو متضاد معنوں: وعد اور وعید کے لیے مستعمل ہے۔

1. الوعد بالخیر، یعنی خیر کا وعدہ، جیسے اِن آیات میں: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَعَمِلُواالصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ[243]"جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کے لیے مغفرت ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ[244] "بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔"

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا[245]"کیا وہ شخص جس سے ہم نے ایک خوش آئند وعدہ کر رکھا ہے۔"

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً[246]"اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔"

2. الوعد بِالشّر، یعنی وعید، جیسے ان آیات میں: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ[247] "جس چیز (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ آکے رہے گی۔"

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ[248] "اور ہر راہ میں دھمکیاں دیتے نہ بیٹھو۔"

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ[249] "یہ ہے وہ جہنم جس سے تم کو ڈرایا جارہا ہے۔"

هلْ

امام ابن الانباری لکھتے ہیں:

هل:حرفٌ من الأضداد ، تكون إستفهاماًعمايجهله الإنسان ولايعلمه، فتقول: هل قام عبدالله؟ملتمسًا للعلم وزوال الشک.وتكون هل بمعنى:قدفي حال العلم واليقين وذِهاب الشک[250].

"ھل: اَضداد میں سے ایک حرف ہے جو کبھی استفہام کے لیے اس لیے آتا ہے کہ انسان کو اس کا کوئی علم نہیں ہوتا جیسے ھل قام عبد اللہ؟ اُس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی اس کے بارے میں معلوم کرنا اور شک زائل کرنا چاہے اور کبھی یہ قَدْ (یقین) کے معنیٰ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یعنی علم ویقین کے ہونے اور شک نہ ہونے کے باوجود بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے۔"

1. سوال اور استفہام کے لیے، جیسے اِن آیات میں فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا[251] "کیا تم نے جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا اس کو سچ پایا؟"

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَنْ يَّبْدَؤُاالْخَلْقَ[252] "پوچھو: تمہارے شرکاء میں کوئی ہے جو خَلق کا آغاز کرتا ہو؟"

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَارَزَقْنٰكُمْ[253] "کیا ہم نے تم کو جو (رزق وفضل) بخشا ہے اُس میں تمہارے مملوکوں میں سے بھی شریک ہیں؟" (هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ[254]) "ابھی اور بھی ہیں؟"

2. قَدْ (یقیناً) کے معنیٰ میں، جیسے اِن آیتوں میں: وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى[255] "اور یقیناً موسیٰ کی سرگزشت تمہارے پاس آئی ہے۔"

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُاالْخَصْمِ[256] "اور یقیناً تمہیں فریقوں کے معاملہ کی خبر پہنچی ہے۔"

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ[257] "یقیناً تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی۔"

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْءًا مَّذْكُوْرًا[258]) "یقیناً گزرا ہے انسان پر کوئی وقت زمانے میں ایسا جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔"

هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ[259]"یقیناً تمہیں چھاجانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے[260]۔"

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ الزخرف ۴۳ :۳۹

2 الاضداد: ۳۴۳، برقم: ۲۲۹

3 سورۃ الزخرف ۴۳ :۲۹

4 سورۃ الاعراف ۷ :۱۱۶

5 الوجوہ والنظائر لالفاظ الکتاب العزیز: ۲۷۱

6 سورۃ القمر ۵۴ :۲

7 سورۃ الزخرف ۴۳ :۳۹

8 تفسیر الکشاف ۴ :۲۵۷

9 النکت والعیون ۵ :۲۲۹

10 معجم مقاییس اللغۃ: ۴۸۲

11 الصحاح ۵ :۱۷۲۴۔۔۔لسان العرب ۶ :۱۶۲

12 سورۃ البقرۃ ۲:۱۹۰

13 سورۃ آل عمران ۳ :۷۵

14 تفسیر النسفی ۱ :۲۳۰

15 سورۃ التوبۃ ۹ :۹۱

16 تفسیر النسفی ۱ :۶۴۴

17 سورۃ الاعراف ۷ :۱۴۶

18 سورۃ یوسف ۱۲ :۱۰۸

19 معجم مقاییس اللغۃ: ۴۸۴

20 الاضداد: ۱۰، برقم: ۷

21 سورۃ الطور ۵۲ : ۶

22 تفسیر الکشاف ۴ : ۴۰۸۔۔۔زاد المسیر ۴ :۱۷۶

23 سورۃ التکویر ۸۱ :۶

24 تفسیر ابن جریر ۱۲ :۶۴۰

25 معجم مقاییس اللغۃ:۴۵۶

26 کتاب العین ۲ :۲۳۵-۲۳۶

27 سورۃ یونس ۱۰ :۵۴---سورۃ سبا ۳۴ :۳۳

28 تہذیب اللغۃ ۱۲ :۲۰۱--- معجم مقاییس اللغۃ:۴۵۶---التفسیر البسیط ۱۱ :۲۲۵

29 امام ازہری لکھتے ہیں:ولأبي عبيد كتابٌ في معاني القرآن،انتهى تأليفه إلى سورة طه،ولم يتمّه،وكان المنذري سمعه من علي بن عبدالعزيز،وقرئ عليه أكثره وأناحاضر.(تہذیب اللغۃ ۱ :18)"ابو عبید قاسم بن سلاّم کی معانی القرآن کے نام سے ایک کتاب ہے جو اُنہوں نے پوری نہیں کی بلکہ سورۃ طہٰ تک لکھ پائے ہیں۔ امام منذری نے اسے میری موجودگی میں امام علی بن عبد العزیز سے پڑھی ہے۔"

نوٹ:امام ابوعبید کی یہ تصنیف ہم تک نہیں پہنچی شاید زمانے کے دست برد سے محفوظ نہ رہی ہو۔یہ اُن کی مفقود کتابوں میں سے ہے۔(حنیف)

30 امام ابوعبیدۃ کی مجاز القرآن میں یہ قول نہیں ملتا۔"اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں نادم ہوں گے۔"

31 سورۃ یونس ۱۰ :۵۴---سورۃ سبا ۳۴ :۳۳

32 سورۃ الانبیاء ۲۱ :۳

33 سورۃ یونس ۱۰ :۵۴

34 الاضداد:۴۵-۶۴،برقم:۱۸

35 سورۃ الانبیاء ۲۱ :۳

36 سورۃ یونس ۱۰ :۵۴

37 سورۃ البقرۃ ۲: ۷۷

38 سورۃ طہٰ ۲۰ :۷

39 سورۃ الملک ۶۷: ۱۳

40 سورۃ یونس ۱۰ :۵۴

41 زاد المسیر ۲ : ۳۳۵

42 سورۃ الانبیاء ۲۱ : ۳

43 تفسیر ابن جریر ۹ :۴

44 زاد المسیر ۳ :۱۸۵

45 سورۃ البقرۃ ۲ :۱۶

46 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۰۷
47 الاضداد: ۲۷، برقم: ۳۶
48 سورۃ البقرۃ ۲ :۱۶
49 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۰۷
50 المحکم ۸ :۱۰۰
51 سورۃ البقرۃ ۲ :۹۰
52 سورۃ التوبۃ ۹ :۱۱۱
53 معجم مقاییس اللغۃ: ۵۵۷
54 الاضداد: ۳۳، برقم: ۳۹
55 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۶۰
56 الاضداد: ۸۹، برقم: ۱۳۳
57 تفسیر ابن جریر ۳ :۳۵-۵۵
58 ذیل الاضداد: ۲۳۶۔۔۔ برقم: ۵۳۴
59 سورۃ النساء ۴ :۴۳
60 سورۃ الحج ۲۲ :۴۰
61 الاضداد: ۲۳۸-۲۳۹، برقم: ۲۲۵
62 المفردات: ۳۱۵
63 التفسیر البسیط ۲ :۳۸۹
64 سورۃ البقرۃ ۲ :۵۷۔۔۔ سورۃ الاعراف ۷ :۱۶۰
65 معانی القرآن ۱ :۳۹۷۔۔۔ التفسیر البسیط ۲ :۳۸۹
66 سورۃ الکہف ۱۸ :۳۳
67 سورۃ ہود ۱۱ :۱۰۱
68 سورۃ الزخرف ۴۳ :۷۶
69 معجم مقاییس اللغۃ: ۶۱۵
70 المفردات: ۳۱۷۔۔۔ البرہان ۴ :۱۵۷
71 سورۃ الکہف ۱۸ :۵۳
72 سورۃ الجن ۷۲ :۱۲

73 سورۃ الجاثیۃ ۴۵ : ۲۴
74 سورۃ التکویر ۸۱ : ۲۴
75 الاضداد: ۱۴-16، برقم: ۱
76 سورۃ الکہف ۸۱ : ۳۵
77 سورۃ الجن ۷۲ : ۱۲
78 سورۃ الجاثیۃ ۴۵ : ۲۴
79 سورۃ التکویر ۸۱ : ۲۴
80 سورۃ الکہف ۱۸ : ۵۳
81 تفسیر ابن جریر ۸ : ۲۴۱
82 سورۃ ص ۳۸ : ۲۴
83 زاد المسیر ۳ : ۵۶۹
84 سورۃ الجن ۷۲ : ۱۲
85 تفسیر القرطبی ۱۹ : ۱۷
86 سورۃ الجاثیۃ ۴۵ : ۳۲
87 سورۃ البقرۃ ۲ : ۲۳۰
88 سورۃ البقرۃ ۲ : ۴۶
89 سورۃ البقرۃ ۲ : ۲۳۰
90 سورۃ الفتح ۴۸ : ۱۲
91 سورۃ الحاقۃ ۶۹ : ۲۰
92 سورۃ القیامۃ ۷۵ : ۲۸
93 سورۃ التوبۃ ۹ : ۱۱۸
94 البرہان ۴ : ۱۶۵-۱۷۵۔۔۔الاتقان ۱ : ۲۱۳
95 سورۃ البقرۃ ۲ : ۲۳۰
96 سورۃ البقرۃ ۲ : ۶۴
97 سورۃ البقرۃ ۲ : ۲۳۰
98 سورۃ الفتح ۴۸ : ۱۲
99 سورۃ الحاقۃ ۶۹ : ۲۰

100 سورۃ القیامۃ ۷۵: ۲۸
101 سورۃ التوبۃ ۹: ۱۱۸
102 معجم مقاییس اللغۃ: ۶۱۸
103 سورۃ ہود ۱۱: ۹۲
104 الاضداد: ۲۵۵ برقم: ۱۵۵
105 سورۃ الفرقان ۲۵: ۵۵
106 الاضداد: ۲۵۵
107 المفردات: ۳۱۸
108 سورۃ القصص ۲۸: ۱۷
109 الاضداد: ۲۵۵، برقم: ۱۵۵
110 معجم مقاییس اللغۃ: ۷۵۱
111 سورۃ ہود ۱۱: ۴۲
112 الاضداد ۱۲۸-۱۲۹، برقم: ۷۷۵
113 سورۃ ہود ۱۱: ۴۲
114 زاد المسیر ۲: ۳۷۶
115 سورۃ الطارق ۸۶: ۶
116 غریب القرآن: ۲۰۴
117 سورۃ الطارق ۸۶: ۶
118 سورۃ التکویر ۸۱: ۱۷
119 مجاز القرآن ۲: ۲۸۷
120 تفسیر ابن جریر الطبری ۱۲: ۴۷۰
121 المفردات: ۳۳۴
122 الاتقان فی علوم القرآن ۱: ۲۱۴، نوع: ۴۰
123 البرہان فی علوم القرآن ۴: ۲۸۸
124 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۱۶
125 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۱۶
126 الاضداد: ۹۵، برقم: ۱۲۷

127 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۱٦

128 (الاضداد:۲۲-۲۳، برقم:۵، البرہان ۴ :۲۸۸-۲۸۹)

129 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۱٦

130 سورۃ بنی سرائیل ۱۷ :۸

131 سورۃ التحریم ٦٦ :۵

132 الصحاح ۱ :۳۹۰

133 سورۃ یونس ۱۰ :۲۲

134 سورۃ الرعد ۱۳ :٦۲

135 سورۃ ہود ۱۱ :۱۰

136 تفسیر القرطبی ۹ :۱۴

137 سورۃ القصص ۲۸ :٦۷

138 غریب القرآن:۳۳۵

139 سورۃ حم المؤمن ۴۰ :۷۵

140 سورۃ الحدید ۵۷ :۲۳

141 معجم مقاییس اللغۃ:۸۱۲

142 الصحاح ۳: ۱۱۴۸

143 سورۃ طہ ۲۰ :۴۵

144 سورۃ النحل ۱٦ :٦۲

145 سورۃ الکہف ۱۸: ۲۸

146 سورۃ النحل ۱٦ :٦۲

147 الاضداد:۱۷، برقم:۳۵

148 سورۃ النحل ۱٦ :٦۲

149 تفسیر ابن جریر طبری ۷ :٦۰۴، الفقرۃ:۱۲٦۹۲

150 معجم مقاییس اللغۃ:۸۱۳۔۔۔ مجمل اللغۃ:۵٦۵

151 الاضداد:۲۹۷-۲۹۸، برقم:۱۹٦

152 سورۃ القصص ۲۸: ۱۰

153 غریب القرآن:۳۲۸

154 الکامل فی اللغۃ والادب ۱: ۳۳

155 المفردات: ۳۷۹

156 الاضداد: ۲۸۲، برقم: ۱۸۰

157 سورۃ النمل ۲۷: ۸۷

158 سورۃ ص ۳۸: ۲۲

159 سورۃ سبا ۳۴: ۲۳

160 معجم مقاییس اللغۃ: ۸۰۲

161 الاضداد: ۲۵۰، برقم: ۱۱۵۳

162 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۶

163 معجم مقاییس اللغۃ: ۸۵۶۔۔۔ الصحاح ۳: ۱۱۵۲

164 سورۃ المائدۃ ۵: ۴۲۔۔۔ سورۃ الحجرات ۴۹: ۹۔۔۔ سورۃ الممتحنۃ ۶۰: ۸

165 الاضداد: ۱۹، برقم: ۲۱ ۔۔۔ الاضداد: ۱۷۴، برقم: ۲۹۳۔۔۔ الاضداد: ۵۸، برقم: ۲۷

166 سورۃ المائدۃ ۵: ۴۲

167 سورۃ الجن ۵۱: ۲۷

168 معجم مقاییس اللغۃ: ۸۳۵

169 الاضداد: ۶۶، برقم: ۳۳

170 سورۃ الحج ۲۲: ۳۶

171 سورۃ ابراہیم ۱۴: ۴۳

172 فضل اللہ بن حسن بن حسین، ابوعبداللہ، شہاب الدین، التّورُبشتی، الشافعی۔ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حنفی فقیہ ہیں۔ تُورُبُشت کی طرف منسوب ہیں، جو فارِس کے شیراز کا ایک گاؤں ہے۔ فارسی اور عربی میں کئی کتابیں لکھیں۔ یہ تاتاریوں کے زمانے میں رہے ہیں اس لیے پورے حالاتِ زندگی میسر نہیں۔ کتاب المیسر کے نام سے مصابیح السنۃ کی شرح لکھی جس میں محدثین کا طرز اپنایا گیا ہے۔ ۶۶۱ھ/۱۲۶۳ء کو وفات پاگئے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸: ۳۴۹، ت: ۱۲۴۵۔۔۔ الاعلام ۵: ۱۵۲)

173 المُیَسَّر فی شَرح مَصَابِیح السُّنَّۃ ۱: ۲۳۲

174 الاضداد، اصمعی: ۵، برقم: ۱۔۔۔ الاضداد، ابن السکیت: ۱۶۳، برقم: ۲۷۶

175 الاضداد: ۲۷، برقم: ۸

176 سنن دار قطنی:۱۷۷، کتاب الحیض، حدیث:36؛عن حبیب بن أبي ثابت عن عروة بن الزبیرعن عائشة رضي الله عنها مرفوعاً. حبیب بن ابی ثابت اگرچہ ثقہ اور جلیل القدر فقیہ ہیں لیکن کثیر الارسال والتدلیس بھی ہیں۔(تقریب التہذیب :۱۸۸، ت:۱۰۸۴)

نیز امام بخاری فرماتے ہیں کہ حبیب بن ابی ثابت نے عروة بن زبیر سے کوئی روایت نہیں سنی۔

(سنن ترمذی۱ :۱۳۵، بذیل حدیث:۸۶؛۳ :۱۱۷، بذیل حدیث: ۳؛۷۳۹ :۲۷۵، بذیل حدیث:۵؛۹۳۶ :۴۸۴، بذیل حدیث:۳۴۸۰)

177 الصحاح۱ :۶۴

178 المفردات:۴۰۲

179 سورۃ البقرۃ۲ :۲۲۸

180 الصحاح۶ :۲۴۶۳-۲۴۶۴

181 سورۃ بنی اسرائیل۱۷ :۲۳

182 سورۃ بنی اسرائیل۱۷ :۴

183 سورۃ البقرۃ۲ :۱۱۷

184 سورۃ البقرۃ۲ :۲۰۰

185 سورۃ النساء۴ :۱۰۳

186 الاضداد:۶۰، برقم:۲۸

187 سورۃ النساء۴ :۱۰۰

188 سورۃ البقرۃ۲ :۷۵

189 سورۃ النساء۴ :۲

190 سورۃ النساء۴ :۹۲

191 سورۃ مریم۱۹ :۲۹

192 الاضداد:۲۲۱، برقم:۱۳۵

193 سورۃ الانعام۶ :۱۰۹

194 سورۃ الاعراف۷ :۱۲

195 سورۃ الانبیاء۲۱ :۹۵

196 سورۃ البقرۃ۲ :۲

197 سورۃ البقرۃ۲ :۵

198 سورۃ البقرۃ ۲ :۳۵

199 سورۃ البقرۃ ۲ :۱۸۸

200 سورالانبیاء۵۹:۱۲

201 غریب القرآن: ۲۸۸

202 الاضداد:۲۵۲، برقم:۱۵۴

203 سورۃ ابراہیم ۱۴ :۳۷

204 سورۃ الاحقاف ۴۶ :۳۱

205 سورۃ محمد ۴۷ :۱۵

206 سورۃ الفتح ۴۸ :۲۹

207 الاضداد:۲۵۲، برقم:۱۵۴

208 معجم مقاییس اللغۃ:۱۰۶۴

209 الاضداد:۴۶، برقم:۱۹

210 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۸۶

211 سورۃ التوبۃ ۹ :۵۱

212 سورۃ الاحزاب ۳۳ :۵

213 تفسیر ابن کثیر ۱۱ :۱۱۶

214 صحیح بخاری، کتاب المغازی (۶۴) باب عمرۃ القضاء ذکرہ انس (۴۴) حدیث:۴۲۵۱

215 معجم مقاییس اللغۃ:۹۶۲

216 الاضداد:23-24، برقم:۶

217 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۲

218 تفسیر الطبری ۱ :۱۹۸

219 حسان بن ثابت بن منذر خزرجی انصاری ابوالولید ص، صحابی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے شاعر ہیں۔ مدینہ منورہ کے رہائشی ہیں۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کے عہد دیکھے ہیں۔ کسی بیماری کے سبب کسی بھی غزوہ میں شرکت نہیں کی۔ اپنی وفات ۵۴ھ / ۶۷۴ء سے قبل آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

(اسد الغابۃ ۱ :۵۰۱، ترجمہ:۱۱۵۳---الاعلام ۲ :۱۷۵)

220 معجم مقاییس اللغۃ:۳۸۷

221 الاضداد: ۳۹۹، برقم:۳۰۵

222 سورۃ البقرۃ ۲ :۲۳۷
223 سورۃ التوبۃ ۹ :67
224 الاضداد: ۳۹۹، برقم: ۵۰۳
225 سورۃ الکہف ۱۸ :۷۳
226 سورۃ طٰہ ۲۰ :۱۱۵
227 الاضداد: 186، برقم: ۳۴
228 سورۃ البقرۃ ۲ :۱۰۱
229 تفسیر القرطبی ۲ :۴۱
230 تفسیر القرطبی ۲ :۴۱
231 سورۃ آل عمران ۳ :۱۸۷
232 سورۃ ہود ۱۱ :۹۵
233 سورۃ ابراہیم ۱۴ :۱۶
234 سورۃ ابراہیم ۱۴ :۱۷
235 سورۃ الکہف ۱۸ :۷۹
236 سورۃ المؤمنون ۲۳ :۱۰۰
237 سورۃ الجاثیۃ ۴۵ :۱۱۰
238 معجم مقاییس اللغۃ: ۱۰۵۱
239 الاضداد: ۱۳۹، برقم: ۸۳
240 سورۃ النمل ۲۷ :۱۷
241 سورۃ النمل ۲۷ :۱۹
242 معجم مقاییس اللغۃ: ۱۰۸۵
243 سورۃ المائدۃ ۵ :۹
244 سورۃ ابراہیم ۱۴ :۲۲
245 سورۃ القصص ۲۸ :۶۱
246 سورۃ الفتح ۴۸ :۲۰
247 سورۃ الانعام ۶ :۱۳۴
248 سورۃ الاعراف ۷ :۸۶

249 سورۃ یٰس ۳۶: ۶۳

250 الاضداد: ۱۹۱، برقم: ۱۱۸

251 سورۃ الاعراف ۷: ۴۴

252 سورۃ یونس ۱۰: ۳۴

253 سورۃ الروم ۳۰: ۲۸

254 سورۃ قٓ ۵۰: ۳۰

255 سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۹

256 سورۃ صٓ ۳۸: ۲۱

257 سورۃ الذاریات ۵۱: ۲۴

258 سورۃ الدہر ۷۶: ۱

259 سورۃ الغاشیۃ ۸۸: ۱

260 الاضداد: ۱۹۱، برقم: ۱۱۸